

كتاب التوحيد



تأليف:
فضيلة شيخنا وكرمنا الشيخ محمد بن فوزان الفوزان حفظه الله تعالى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب.....

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل

اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

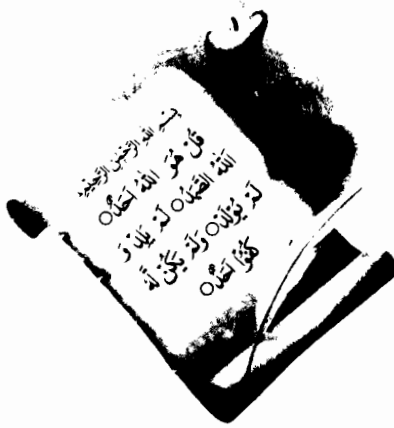


www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

کتاب التوحید

www.KitaboSunnat.com



تالیف

فقیہ شریعہ ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

کتاب التوحید

بہارِ توحید، جلد اول، صفحہ 1 تا 100

تالیف

فضیلہ شیخ ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ

ناشر دارالاندلس



ملنے کا پتہ

مرکز القادسیہ 4- لیک روڈ چوہدری، لاہور

فون: 7230549-7231106-7240940

کتاب التوحید

- 15 عرض ناشر
17 مقدمہ

الباب الاول

انسانی زندگی میں کفر و الحاد اور شرک کی آمد تاریخ کے آئینے میں

- 33 شرک کی قسمیں **فصل اول**
33 شرک اکبر 21 انسانی زندگی میں انحراف
34 شرک اصغر 21 تخلیق انسانی کا مقصد
34 شرک جلی 21 نفس انسانی سلیم الفطرت ہے
35 شرک خفی 22 عقیدہ میں پہلی خرابی
37 اخلاص 23 نبوت سے پہلے اور بعد
37 شرک اکبر اور اصغر میں فرق 24 دل کو تسلیم ہے مگر زباں منکر

فصل سوم

فصل دوم

- 39 کفر اور اس کی اقسام 27 شرک اور اس کی اقسام
39 کفر کیا ہے؟ 27 شرک کیا ہے؟
39 کفر کیا ہے؟ 27 شرک سب سے بڑا گناہ

56	خلاصہ کلام	39	کفر کی اقسام
56	جاہلیت عامہ	39	کفر اکبر
56	جاہلیت خاصہ	39	تکذیب
59	فسق اور اس کی اقسام	40	تکبیر و انکار
59	فسق کیا ہے؟	40	شک و شبہ
59	فسق کی قسمیں	41	اعراض
	دائرہ اسلام سے خارج کر دینے والا	41	نفاق
59	فسق	41	کفر اصغر
	فسق جو دائرہ اسلام سے خروج کا سبب	43	کفر اکبر و کفر اصغر میں مختصر افرق
60	نہیں		
61	ضلالت		
61	ضلالت کیا ہے؟	45	نفاق کی پہچان
61	ضلالت کے متعدد معانی	45	نفاق کیا ہے؟
63	ارتداد	47	نفاق کی اقسام
63	ارتداد کیا ہے؟	47	اعتقادی نفاق
63	ارتداد کی اقسام	48	اعتقادی نفاق کی اقسام
64	قوی ارتداد	49	عملی نفاق
64	عملی ارتداد	51	نفاق اکبر اور نفاق اصغر میں فرق
64	اعتقادی ارتداد		
64	ارتداد بوجہ شک		
67	مرتد کے احکام		

فصل چہارم

فصل پنجم

الباب الثاني

توحید کے منافی اقوال و اعمال

83 محبت میں غلو سے اجتناب

فصل اول

84 پختہ قبروں کی ممانعت

71 علم غیب کا دعویٰ

84 قبرستان میں نماز کی ممانعت

71 غیب کا مفہوم

85 قبرستان میں مسجد بنانے کی ممانعت

71 غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے

86 ابن قیمؒ کی صراحت

72 کسی تیسری مخلوق کو غیب کا علم نہیں ..

87 آج کی بدعات

73 آج کے شعبہ بازوں کا حال

88 حرف آخر

فصل دوم

فصل چہارم

91 مجسموں اور یادگار نشانیوں کی تعظیم

75 جادوگر، کاہن اور نجومی کا پیشہ

91 مجسمہ کسے کہتے ہیں؟

75 سحر ایک شیطانی عمل

91 جاندار کی تصویر کی ممانعت اور قوم نوح

76 جادوگر شیطین کا خادم ہے

92 تصویر دروازہ شرک ہے

76 جادوگر کا علم غیب کا دعویٰ

79 کاہن اور نجومی کا پیشہ

79 کاہن اور نجومی کا علم غیب کا دعویٰ ..

80 کاہن اور نجومی کی تصدیق کا حکم

81 ابن تیمیہ اور جادوگروں کا عجیب واقعہ

فصل پنجم

دین کا مذاق اڑانے اور مقدسات کے

95 مرتکب توہین کا حکم

فصل سوم

95 دین سے مذاق کفر ہے

مزارات پر نذر و نیاز، ہدیے اور ان

96 مذاق کا باعث غیر اللہ کی عقیدت ہے

83 کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

- 114 قانون پہ راضی غیروں کے!
 حلال حرام متعین کرنا انسان کا منصب
 115 نہیں
 116 سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی گزارش ..
- فصل ہشتم**
- 119 ملحدانہ تحریکیں
 ملحدانہ تحریکیں اور جاہلی جماعتوں کی طرف
 119 انتساب کا حکم
 120 منافع کے دورخ ہیں
 121 ملحدانہ تحریکیوں کا حال
 122 ملحدانہ تحریکیوں کی طرف انتساب کا حکم
 123 اسلام اتحاد کا داعی ہے
 124 من مانی کا نقصان
- فصل نہم**
- 127 زندگی کے متعلق دنیاوی نظریہ
 127 مادی نقطہ نگاہ اور اس کی حقیقت
 128 دنیاوی نعمتیں امتحان ہیں
 129 انسان حیوان نہیں کہ اس کا حساب نہ ہو
 130 دنیا کا عالم مگردین کا جاہل
 133 زندگی کے متعلق اسلامی نظریہ
- 99 مذاق و استہزاء کی قسمیں
 99 مذاق صریح
 99 غیر صریح مذاق
- فصل ششم**
- اللہ کی شریعت کی بجائے دوسرے قوانین کے
 101 مطابق فیصلہ دینا
 101 اختلاف کے وقت صحیح طرز عمل
 101 حکمرانوں کے لیے حکم
 102 رعایا کے لیے راہ عمل
 قوانین اسلام اور کفر کی یکجائی ناممکن
 102 ہے
 103 قوانین کفر کے مطابق فیصلہ چاہنے والا
 104 مسلمانوں کے لیے راہ عمل
 105 انکارِ طاغوت توحید کا رکن ہے
 خود ساختہ قوانین کے مطابق فیصلہ دینے
 والے بیج کا حکم
 109 ناواقف مگر مجتہد شخص کا حکم
 110
- فصل ہفتم**
- 113 قانون سازی کس کا حق ہے؟
 113 خالق ہی قانون ساز ہے
 113 اختلاف میں مسلمان کیا کرے؟

- 142 شرک اصغر، شرک اکبر بن جاتا ہے ..
- 142 قسموں کی حفاظت کرو
- 143 خلاصہ کلام
- 145 وسیلہ اور اس کی اقسام
- 145 اللہ کے تقرب کے لیے مخلوق کا توسل
- 145 وسیلہ، جو جائز ہے
- 147 ناجائز اور غیر مشروع وسیلہ
- 147 مُردوں سے مانگنا
- رسول اللہ ﷺ یا کسی دوسرے کے مقام
- 148 و منصب سے توسل؟
- 149 مخلوق میں سے کسی کی ذات کا توسل
- 149 مخلوق کا توسل کیوں جائز نہیں؟
- مخلوق کو پکارنے اور اس سے مدد چاہنے
- 151 کی شرعی حیثیت
- 151 جائز استعانت
- 152 ناجائز استعانت
- 135 جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے
- 135 جھاڑ پھونک
- 135 جائز اور مشروع دم
- 136 ممنوع اور ناجائز دم
- 136 تعویذ گنڈے
- 137 قرآنی تعویذ
- 137 قول اول ”جائز ہیں“
- 137 قول ثانی ”جائز نہیں“
- 138 پہلی وجہ
- 138 دوسری وجہ
- 138 تیسری وجہ
- 138 دوسری قسم
- 141 احکام
- 141 غیر اللہ کی قسم، مخلوق کا وسیلہ اور دہائی کے
- غیر اللہ کی قسم کھانا

فصل دہم

فصل یازدہم

الباب الثالث

رسول اللہ ﷺ، اہل بیت اور صحابہ کرام کے متعلق عقیدہ

169 ابن کثیر رضی اللہ عنہما کا فرمان

فصل اول

فصل دوم

رسول اللہ ﷺ کی محبت و تعظیم ہر مسلمان

171 نبی کریم ﷺ کی اطاعت کا وجوب

157 پر واجب ہے

171 اطاعت رسول واجب ہے

157 اولیں محبت کا حقدار منعم حقیقی ہے

173 ابن کثیر رضی اللہ عنہما کی صراحت

محبت رسول ﷺ اللہ کی محبت کے تابع

فصل سوم

158 ہے

سید البشر، نبی رحمت، رسول اکرم ﷺ پر

158 سب سے بڑھ کر محبت

175 درود و سلام

160 ابن قیم رضی اللہ عنہ کی وضاحت

175 صلوٰۃ و سلام کا حکم

161 عروہ بن مسعود کا مشاہدہ

176 وجوب درود و سلام کے مقامات

رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں افراط و

فصل چہارم

163 تفریط سے ممانعت

فضیلت اہل بیت اور بلا افراط و تفریط

163 غلو کیا ہے؟

177 محبت

163 محبت رسول میں مبالغہ

177 اہل بیت سے کیا مراد ہے؟

165 احتیاط لازم ہے

178 فضیلت عائشہ رضی اللہ عنہا

167 رسول اللہ ﷺ کی قدر و منزلت

179 اہل سنت و جماعت کا طرز عمل

167 جائز تعریف درست ہے

180 اہل سنت افراط و تفریط سے مبرا ہیں

168 ادب پہلا قرینہ ہے

190	تیسرا طریقہ	فصل پنجم	فضائل صحابہ اور ان کے باہمی اختلافات
190	چوتھا طریقہ		میں اہل سنت کا موقف
192	فتنہ پرور لوگ		صحابہ سے کون لوگ مراد ہیں؟
		فصل ششم	ابریثم کی طرح نرم
	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ عظام کو برا کہنے سے بچنا		ایشارہ کی مجسم تصویریں
195			مناقشات صحابہ کے متعلق اہل سنت و جماعت کا موقف
195	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے کی ممانعت		صحابہ کرام میں تنازع کا باعث
195	صحابہ کو برا مت کہو		شارح طحاویہ کے بقول
196	وہ بہترین لوگ تھے		ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ کی توضیح
	ائمہ ہدایت و علمائے امت کو برا بھلا کہنے کی ممانعت		موقف اہل سنت کا خلاصہ
199			اول
199	ائمہ کی فضیلت		دوم
200	سنتوں کے رکھوالے		پہلا طریقہ
201	اہل سنت کے لیے راہ عمل		دوسرا طریقہ

الباب الرابع

بدعتیں اور ان سے بچاؤ

- 219 ظہور بدعت کے اسباب **فصل اول**
- 220 بدعت کے ظہور کے اسباب و عوامل .. 205 اقسام بدعت اور ان کے احکام
- 220 احکام دین سے ناواقفیت 205 بدعت کیا ہے؟
- 221 خواہشات نفس کی پیروی 206 بدعت کی اقسام
- 222 اشخاص و آرا کا تعصب 206 دین میں بدعت
- 222 کفار کی تقلید 206 اعتقادی بدعت
- **فصل سوم** 207 عملی بدعت
- اہل سنت کا بدعتیوں سے تعلقات کا 209 دین میں بدعت کی اقسام کا حکم
- 225 انداز 210 شاطہی کہتے ہیں
- 225 ابوالدرداء غصناک ہو گئے 211 ایک انتباہ
- 225 قصہ حد سے بڑھنے والوں کا 211 بدعت کی تقسیم غلط ہے
- 227 امام مالک رضی اللہ عنہ اور ایک اجنبی 212 قول عمر رضی اللہ عنہ اور اس کی وضاحت
- اہل بدعت کے جواب میں اہل سنت و جماعت **فصل دوم**
- 228 کا طریقہ مسلم معاشرہ میں ظہور بدعت اور اس
- 229 رد بدعت میں چند کتابیں 215 کے اسباب
- 229 چند جدید کتابیں 215 بدعت کس دور میں ایجاد ہوئی؟
- 229 216 بدعت نے کس جگہ جنم لیا؟

فصل ہسولم

- 236 بدعات
- 237 موجودہ غیر شرعی عبادتوں کی چند جھلکیاں
- 237 نیت نماز کو با آواز بلند ادا کرنا
- 238 تاریخی ایام میں جشن اور جلوس کا اہتمام
- 238 صوفیا کے ذکر و اذکار
- نصف شعبان کی شب کو نماز اور دن کی
- 238 روزہ کے لیے تخصیص
- 239 خاتمہ
- 239 بدعتیوں سے ہمارا کیا سلوک ہو؟
- 231 عصر حاضر کی چند نئی بدعتوں کے نمونے.
- 231 ربیع الاول میں میلاد کے جشن اور جلوس
- 232 اہل میلاد کا اعتقاد
- 233 ابو حفص تاج الدین کا دو ٹوک جواب
- 234 ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا موقف
- بعض مقامات، آثار اور زندہ و مردہ اشخاص
- 234 سے برکت حاصل کرنا
- 234 عبادات اور تقرب الی اللہ کے متعلق



عرض ناشر

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَ
الْمُرْسَلِينَ. آمَّا بَعْدُ!

دنیا میں غلبہ اور آخرت میں فلاح عقیدہ توحید سے وابستہ ہے۔ نبوت کے پہلے دن رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

((قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تُفْلِحُوا تَمْلِكُ الْعَرَبَ وَالْعَجَمَ))

”لوگو! اللہ کے معبود برحق ہونے کا اقرار کر لو! کامیاب ہو جاؤ گے۔ عرب و عجم کے مالک بن جاؤ گے۔“

عقیدہ توحید میں کمزوری سے شرک جڑیں پکڑتا ہے۔ جس معاشرے میں شرک داخل ہو جائے اس کے لیے دنیا و آخرت کی بربادی کا سامان کر دیتا ہے۔

علمائے سلف نے نخل توحید کی آبیاری کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر ڈالیں موضوع کھول کر بیان کرنے اور عوام الناس تک پہنچانے کے لیے انھوں نے جہاں تقریر اور وعظ سے کام لیا وہاں لا تعداد کتب بھی لکھیں۔

شیخ صالح بن فوزان الفوزان رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ ”کتاب التوحید“ اس سلسلے کی کڑی ہے، جس میں انھوں نے توحید اور شرک سے متعلق تمام امور پر مدلل گفتگو کی ہے۔ خاص طور پر ایسے اسباب کا تذکرہ کیا ہے۔ جن کے ذریعے سے عقیدوں میں شرک در آتا ہے۔

”کتاب التوحید“ کا اسلوب نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ ابن القیم اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہم کی کتب سے انھوں نے خاص طور پر فائدہ اٹھایا ہے۔

ادارہ ”دارالاندلس“ کے رفیق حافظ محمد یوسف سراج نے کتاب کی تہذیب و تسہیل پر خوب محنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولف محترم، مترجم اور اس پر کام کرنے والے تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اسے امت کی ہدایت و راہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

محمد سیف اللہ خالد

مدیر ”دارالاندلس“

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّهِ الصّٰدِقِ الْاَمِيْنِ
نَبِيِّنَا وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ وَبَعْدُ!

راقم کی زیر نظر کتاب علم توحید پر ایک سنجیدہ تالیف ہے، اس میں اختصار کے ساتھ ساتھ بہت آسان اور عام فہم اسلوب بیان کا خیال رکھا گیا ہے۔ تالیف کے دوران اپنے اسلاف کرام، سلفی دعوت و تحریک کے علمائے عظام، خاص طور پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم الجوزیہ اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کی کتابوں اور تحریروں سے اقتباس و استفادہ کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی عقیدہ خاص طور پر توحید کا علم بہت ہی اہم اور بنیادی ہے، اسے سیکھنے، سکھانے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی طرف بھرپور توجہ دینا ہمارا اولین فریضہ ہے، اس لیے کہ بندوں کے اعمال کی صحت، قبولیت اور نفع بخش ہونے کا یہی ایک راستہ ہے، خاص طور پر ایسے وقت اور ماحول میں جہاں الحاد، تصوف، رہبانیت، قبر پرستی اور سنت و شریعت مخالف بدعتوں کی تیز و تند آندھیاں چل رہی ہیں، طرح طرح کی گمراہ کن اور خطرناک تحریکیں اور جماعتیں اپنا کام کر رہی ہیں۔

ایسے زہر آلود عہد و ماحول میں اگر مسلمان کتاب و سنت پر مبنی صحیح عقیدہ کے ہتھیار سے مسلح نہ ہوں تو بہت جلد انھیں یہ گمراہ کن اور فاسد لہریں بہالے جائیں گی، ان خطرات کے پیش نظر مسلم بچوں کے لیے کتاب و سنت پر مبنی صحیح عقیدہ پھر اس کی تعلیم و تلقین کا اہتمام اور انتظام بہت ضروری ہے، زیر نظر کتاب اس راہ کی ایک سنجیدہ کوشش ہے۔

صالح بن فوزان الفوزان



انسانی زندگی میں کفر و الحاد اور شرک کی آمد تاریخ کے آئینے میں

فصل اول: انسانی زندگی میں انحراف

فصل دوم: شرک اور اس کی اقسام

فصل سوم: کفر اور اس کی اقسام

فصل چہارم: نفاق کی پہچان

فصل پنجم: جاہلیت، فسق، ضلالت اور ارتداد کی حقیقت، اقسام اور احکام



انسانی زندگی میں انحراف

تخلیق انسانی کا مقصد: اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور ان کے لیے رزق کے تمام وسائل مہیا فرمادیے ہیں تاکہ وہ یکسو ہو کر عبادت کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۚ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴾
(الذاریات: ۵۶-۵۸)

”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں، میں ان سے طالب رزق نہیں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے (کھانا) کھلائیں، اللہ ہی تو رزق دینے والا، زور آور اور مضبوط ہے۔“

نفس انسانی سلیم الفطرت ہے: نفس انسانی کو اگر اپنی فطرت پر چھوڑا جائے تو وہ ضرور اللہ کی الوہیت کا اقرار کرے گا، اس کی ذات بابرکت سے محبت کرے گا، اس کی عبادت کرے گا، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا، لیکن جب اسے جن و انس میں سے شیطان صفت افراد ورغلا تے ہیں، اپنی چکنی چپڑی اور دھوکے کی باتوں سے بہکاتے ہیں تو اس کے اندر بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے، پھر اسے صراط مستقیم سے ہٹا کر غلط راہوں پر ڈال دیتے ہیں، چونکہ توحید انسانی فطرت میں ودیعت ہے اور شرک ایک عارضی اور نووارد چیز ہے لہذا انسان کو اگر اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو ضرور وہ اپنی فطرت کی طرف لوٹ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ﴾ (الروم: ۳۰)

”تو تم ایک طرف کے ہو کر دین (اللہ کے رستے) پر سیدھا منہ کیے چلے جاؤ، (اور) اللہ کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کیے رہو)، اللہ کی بتائی ہوئی فطرت میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ))^①

”ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔“

لہذا اولاد آدم کی اصلیت توحید ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے عہد سے صدیوں بعد تک اسلام ہی ان کا دین رہا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ﴾ (البقرة: ۲۱۳)

” (پہلے تو سب) لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا (لیکن پھر وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے) تو اللہ تعالیٰ نے (ان کی طرف) بشارت دینے والے اور ڈرسانے والے پیغمبر بھیجے۔“

عقیدہ میں پہلی خرابی:

صحیح عقیدہ کی عمارت میں شرک و انحراف کی دراڑ پہلی مرتبہ قوم نوح میں پڑی، اس لحاظ سے

① بخاری، کتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبی فمات: ۱۳۵۸۔

نوح علیہ السلام کو پہلا رسول کہا گیا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّنَ مِنْ بَعْدِهِ ﴾

(النساء: ۱۶۳)

”(اے محمد!) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان کے بعد پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیانی عہد میں دس نسلیں گزریں، وہ سب کی سب اسلام پر تھیں۔“

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ قول قطعی طور پر صحیح ہے، سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں یوں آئی ہے: ﴿ فَاخْتَلَفُوا فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ ﴾ اور سورہ یونس کی اس آیت سے اس قراءت کو انھوں نے ثابت کیا ہے:

﴿ وَ مَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ﴾ (یونس: ۱۹)

”اور (سب) لوگ (پہلے) ایک ہی امت تھے پھر جدا جدا ہو گئے۔“

نبوت سے پہلے اور بعد:

اس سے موصوف نے یہ ثابت کیا ہے کہ انبیائے کرام کی بعثت کا سبب اس صحیح دین میں لوگوں کا اختلاف تھا جس پر وہ قائم تھے جیسے کہ ملک عرب کے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم تھے، یہاں تک کہ عمرو بن لُحی الخزاعی نامی شخص آیا اور اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو بدل دیا، عام طور پر پورے عرب میں اور خاص طور پر حجاز کو بتوں سے بھر دیا، لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان بتوں کی عبادت میں لگ گئے اور یوں اس مقدس شہر اور اس کے قرب و جوار کے شہروں میں شرک پھیل گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، آپ ﷺ نے لوگوں کو توحید کی

طرف بلایا، ملت ابراہیمی کے اتباع و پیروی کی دعوت دی، اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھرپور جہاد کیا، یہاں تک کہ عقیدہ توحید لوگوں کی زندگی میں لوٹ آیا، ملت ابراہیمی کا احیا ہوا، بت توڑے گئے، اللہ تعالیٰ نے اس نبی امی کے ذریعہ اپنا دین مکمل فرمایا اور تمام جہانوں پر اپنی نعمت کی تکمیل فرمائی۔ اسی منج توحید و رسالت پر اس امت کے ابتدائی دور کے لوگ قائم رہے، پھر آخری صدیوں میں جہالت عام ہو گئی، بہت سے دیگر مذاہب کے اثرات اس میں داخل ہو گئے پھر ضلالت کی طرف بلانے والوں کے کروت اور اولیاء و بزرگوں کی قبروں پر پختہ عمارتوں کی وجہ سے شرک و بدعت امت کے بہت سے افراد میں عام ہو گئی، اللہ تعالیٰ کے بجائے بہت سے مجسمے عبادت کے لیے چن لیے گئے، ان کی بارگاہ میں منت و سماجت، دعا و استغاثہ اور نذر و نیاز شروع ہو گئی، پھر اس طرح کے شرکیہ اعمال کرنے والوں نے اپنے اعمال کی توجیح یہ کی کہ یہ بزرگوں کی عبادت نہیں ہے بلکہ ان سے توسل اور ان کی محبت کا اظہار ہے۔ ایسی تاویل کرتے وقت یہ لوگ بھول گئے کہ پہلے مشرکوں کے بھی اپنے شرکیہ اعمال کی یہی دلیل ہوا کرتی تھی، ان کا کہنا ہوتا تھا:

﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى ﴾ (الزمر: ۳)

”ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں۔“

اس طرح کے شرکیہ اعمال کے باوجود جن میں اکثر لوگ ہر زمانہ میں مبتلا رہے ہیں عام طور پر مشرکوں کی اکثریت توحید و ربوبیت کی قائل رہی ہے، ان کا شرک صرف عبادت تک منحصر رہا ہے۔ جیسا کہ سورہ یوسف میں ہے:

﴿ وَ مَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَ هُمْ مُشْرِكُونَ ﴾ (یوسف: ۱۰۶)

”اثر یہ اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر (اس کے ساتھ) شرک کرتے ہیں۔“

دل کو تسلیم ہے مگر زبان منکر:

بنی نوع انسان میں سے رب کے وجود کا انکار بہت ہی کم لوگوں نے کیا ہے، جیسے

فرعون، ملحدین، دہریے اور عصر حاضر کے کیونسٹ۔ ان کے انکار کی وجہ ہٹ دھرمی ہے ورنہ اندرونی طور پر یہ بھی رب (پروردگار) کے وجود کے قائل ہیں۔ اسی طرح کے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ﴾ (النمل: ۱۴)

”اور انھوں نے بے انصافی اور غرور میں آکر ان باتوں سے انکار کیا حالانکہ ان کے دل ان کو مان چکے تھے۔“

اس طرح کے لوگوں کی عقل و آگہی ضرور گواہی دیتی ہے کہ ہر مخلوق کا کوئی نہ کوئی خالق ہوتا ہے اور ہر موجود شے کا کوئی نہ کوئی موجد ہوتا ہے اور کائنات کے اس منظم و مستحکم نظام کو کوئی مدبر، حکیم، بے پناہ قدرت رکھنے والا اور ہمہ گیر علم رکھنے والا چلا رہا ہے، اس بات کا انکار وہی کر سکتا ہے جو عقل سے عاری ہو یا ایسا ہٹ دھرم ہو جس نے اپنی عقل سے کام لینا چھوڑ دیا ہے۔



شُرک اور اس کی اقسام

شُرک کیا ہے؟

شُرک نام ہے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت والوہیت میں کسی دوسرے کو شریک کرنے کا، اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شُرک یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کو پکارے اور بعض عبادتوں کو اس کے لیے ادا کرے، جیسے نذر و نیاز، خوف و امید اور محبت و تعظیم وغیرہ۔

شُرک سب سے بڑا گناہ:

① الہی صفات و خصائص میں مخلوق کو خالق کے مشابہ قرار دینا، اس لیے کہ خالق کے ساتھ کسی مخلوق کو شریک کرنے کا صاف مطلب مخلوق کو خالق کے برابر قرار دینا ہے، یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان: ۱۳)

”شُرک تو بہت بڑا ظلم ہے۔“

ظلم کہتے ہیں: ”کسی چیز کو اس کے اصل مقام و محل سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنے کو“ لہذا جس نے غیر اللہ کی عبادت کی، بے شک اس نے عبادت کو اپنی اصل جگہ سے ہٹا کر غیر محل میں استعمال کیا اور اسے ایک غیر مستحق کی طرف پھیر دیا اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔

② اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ شُرک کے بعد جو توبہ نہیں کرے گا اس کی

مغفرت نہیں ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾

(النساء: ۴۸)

”اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنا دیا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔“

③ اللہ تعالیٰ نے اس کی پھر خبر دی ہے کہ اس نے مشرک پر جنت حرام کر دی ہے اور مشرک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں پڑا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا

لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ (المائدہ: ۷۲)

”(اور جان رکھو کہ) جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ اس پر بہشت حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“

④ شرک انسان کے تمام گزشتہ اعمال کو ختم کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الانعام: ۸۸)

”اور اگر وہ لوگ (انبیاء) شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔“ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ

عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (الزمر: ۶۵)

”اور (اے محمد!) تمہاری طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں، یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں سے ہو جاؤ گے۔“

⑤ میدان جنگ میں مشرک کا خون اور مال حلال ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرْمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُواهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ ﴾ (التوبة: ٥)

”جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھے رہو۔“

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((أَمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا قَالُوا هَا عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا)) ①

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کر لیں اور جب وہ اس کا اقرار کر لیں تو مجھ سے اپنے خون اور مال کی حفاظت کر لیں گے مگر اس کے حق سے۔“

⑥ شرک سب سے بڑا گناہ ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ، قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ ! قَالَ : الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَ عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ)) ②

”کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟“ ہم نے کہا:

”ضرور بتائیے اے اللہ کے رسول!“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور والدین کی نافرمانی۔“

① بخاری، کتاب الإیمان، باب قوله تعالى 'فإن تابوا فحلوا سبيلهم': ٢٥۔

② بخاری، کتاب الحج، باب عقبة بن أبي معيط قال لعلي بن ابي طالب: انزلوا علي بن ابي طالب: كتاب الحج: ٥٩٧۔ سب سے بڑا مفت مرکز

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمادیا ہے کہ تخلیق کائنات اور اس کے نظم و انتظام کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء و صفات کے ذریعہ پہچانا جائے، لوگ آپس میں عدل و انصاف سے کام لیں، عدل وہ میزان ہے جس کے ذریعہ آسمان و زمین کا قیام ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ
النَّاسُ بِالْقِسْطِ ﴾ (الحديد: ۲۵)

”ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل بھی) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔“

یہاں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت سے باخبر کیا کہ اس نے رسول بھیجے اور کتابیں نازل کیں، تاکہ لوگ عدل و انصاف سے کام لیں۔ سب سے بڑا عدل و انصاف توحید ہے، بلکہ توحید عدل کا لب لباب ہے اور شرک کھلا ہوا ظلم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾ (لقمان: ۱۳)

”بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔“

شرک سب سے بڑا ظلم ہے اور توحید سب سے بڑا عدل ہے۔ شرک تخلیق کائنات کے اصلی مقصد کی سراسر مخالفت ہے، لہذا وہ سب سے بڑا گناہ ہے، اس سلسلہ میں علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

”چونکہ شرک مقصدِ تخلیق کائنات کے سراسر مخالف ہے اور سب سے بڑا گناہ ہے، لہذا اللہ تعالیٰ نے ہر مشرک کے لیے جنت حرام کر دی ہے، مشرک کے جان و مال،

اہل و عیال کو اہل توحید کے لیے حلال قرار دیا اور چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت سے بہت دور ہیں لہذا انھیں اپنا خادم بنا کر رکھنا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے مشرک کے کسی بھی عمل کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے، اس کے بارے میں کسی کی سفارش بھی قابل قبول نہ ہوگی، آخرت کے دن اس کا پکارنا بھی رانگاں جائے گا، اس کی امیدیں بھی ناکام ہوں گی، ایک مشرک اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے سب سے زیادہ نادان و بے بہرہ ہوتا ہے، اسی وجہ سے وہ کسی غیر کو اللہ تعالیٰ کا مقابل ٹھہراتا ہے، جو آخری درجہ کی جہالت ہے، یہ غایت درجہ کا ظلم بھی ہے، اگرچہ ایک مشرک اللہ تعالیٰ پر کوئی ظلم نہیں کرتا لیکن وہ اپنے نفس پر بہت بڑا ظلم کرتا ہے۔“

شُرک ایک نقص اور عیب ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات و صفات کو پاک قرار دیا ہے، لہذا جو شخص اس کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ چیز ثابت کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو پاک قرار دیا ہے، لہذا شرک اللہ تعالیٰ کی سراسر نافرمانی ہے، بلکہ اس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔



شُرک کی قسمیں

◎ شرک اکبر

◎ شرک اصغر

شرک اکبر:

جو بندہ کو دائرہ اسلام سے نکال دیتا ہے اور اس کو ہمیشہ کے لیے جہنم رسید کر دیتا ہے، یہ اس صورت میں ہے جب وہ شرک ہی پر مرا ہو اور توبہ کی توفیق نہ ملی ہو۔ شرک اکبر کا مطلب ہے کوئی عبادت غیر اللہ کے لیے ادا کی جائے، جیسے غیر اللہ سے دعا کرنا، غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اس کی بارگاہ میں قربانی کرنا، نذرو نیاز چڑھانا۔ غیر اللہ کے ضمن میں مقابر و مزارات، جنات و شیاطین سب آجاتے ہیں، اسی طرح فوت شدگان سے خوف کھانا کہ وہ اسے تکلیف نہ پہنچادیں، اس کو بیماری میں مبتلا نہ کر دیں اور غیر اللہ سے ایسی امیدیں وابستہ رکھنا جس پر صرف اللہ قدرت رکھتا ہے مثلاً حاجت پوری کرنا، مصیبت دور کرنا، اس طرح کے شرک کی مشق آج کل اولیا و بزرگوں کی پختہ قبروں پر خوب ہو رہی ہے۔ اسی چیز کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَوَآءَ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ﴾ (یونس: ۱۸)

”اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتی

ہیں اور نہ کچھ بھلا ہی کر سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔“

شُرک اصغر:

جس سے بندہ دائرہ اسلام سے خارج تو نہیں ہوتا لیکن اس کی توحید میں کمی آجاتی ہے، یہ شرک اکبر کا ایک ذریعہ ہے، اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

✽ شرک جلی:

شرک جلی سے مراد شرکیہ الفاظ و افعال ہیں۔ شرکیہ الفاظ کی مثال غیر اللہ کی قسم کھانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ)) ①

”جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔“

اور آپ ﷺ کا اس شخص سے یہ فرمانا جس نے کہا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ اور آپ نے چاہا، ”کیا تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا مد مقابل بنا دیا؟ کہو اگر اللہ اکیلے نے چاہا۔“ (نسائی)

اسی طرح کسی کا یہ کہنا ”اگر اللہ اور فلاں نہ ہوتا“ جب کہ صحیح یہ ہے کہ جیسا اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر فلاں شخص نے، اس لیے کہ لفظ پھر (ثم) وقفہ (ترانی) کے لیے آتا ہے، جس سے یہ مفہوم خود بخود پیدا ہو جاتا ہے کہ بندہ کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿ وَمَا تَشَاءُ وَنَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴾ (التکویر: ۲۹)

① ترمذی، کتاب النذور والأیمان باب ماجاء فی أن من حلف بغير الله فقد أشرك :

”اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر وہی جو اللہ رب العالمین چاہے۔“

جب کہ حرف واؤ مطلق جمع و اشتراک کے لیے آتا ہے، جس سے ترتیب و تعقیب کا مفہوم پیدا نہیں ہوتا، جیسے کسی سے کہا جائے: ”میرے لیے تو بس اللہ اور تم ہو“ اور ”یہ اللہ اور تمہاری برکت کے طفیل ہے“ وغیرہ۔

شرکیہ اعمال جیسے کڑے پہننا، دفع بلیات کے لیے دھاگا باندھنا، نظر بد سے بچنے کے لیے تعویذ باندھنا وغیرہ، ان اعمال کے ساتھ جب یہ عقیدہ ہو کہ ان کے ذریعے مصائب اور پریشانیاں دور ہوتی ہیں، بلائیں ملتی ہیں تو یہ شرک اصغر ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو ان مقاصد کے ذرائع نہیں بنایا، لیکن اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ یہ چیزیں بذات خود بلا و مصیبت دور کرتی ہیں تو یہ شرک اکبر ہے، اس لیے کہ اس میں غیر اللہ کے ساتھ اس تعلق و ربط کا اظہار ہو رہا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔

❁ شرک خفی:

یہ ارادوں اور نیتوں کا شرک ہے، جیسے ریا کاری اور شہرت آوری وغیرہ، یعنی اللہ تعالیٰ سے تقرب والے عمل اس لیے کیے جائیں کہ لوگ اس کی تعریف کریں، مثلاً کوئی شخص اچھی نماز صرف اس لیے پڑھتا ہے یا صدقہ و خیرات صرف اس لیے کرتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں، ذکر و اذکار اور تلاوت صرف اس لیے کرتا ہے کہ لوگ سنیں اور اس کی خوب تعریف کریں، کسی بھی عمل میں جب ریا کاری آجاتی ہے تو وہ عمل باطل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ

رَبِّهِ أَحَدًا ﴾ (الکہف: ۱۱۰)

اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔“

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((أَخَوْفٌ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكَ الْأَصْغَرَ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! وَ مَا الشِّرْكَ الْأَصْغَرُ ، قَالَ : الرِّبَاءُ))^①

”تمہارے متعلق سب سے زیادہ ڈر مجھے شرک اصغر سے ہے۔“ لوگوں نے عرض کیا:

”اے اللہ کے رسول! شرک اصغر سے کیا مراد ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ریا کاری۔“

اسی طرح دنیاوی لالچ میں کوئی دینی عمل سرانجام دینا بھی شرک خفی ہے، جیسے کوئی شخص صرف مال و دولت کے لیے حج کرتا ہو، اذان دیتا ہو یا لوگوں کی امامت کرتا ہو، علوم شرعیہ حاصل کرتا ہو یا جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہو، ایسے لوگوں کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَعَسَّ عَبْدُ الدِّينَارِ ، وَ عَبْدُ الدَّرْهَمِ وَالْقَطِيفَةِ وَالْحَمِيصَةِ وَالْحَمِيلَةَ ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ))^②

”ہلاک ہوا دینار کا بندہ، ہلاک ہوا درہم کا بندہ، ہلاک ہوا کپڑے کا بندہ ہلاک ہوا کالی چادر کا بندہ، ہلاک ہوا مٹھی چادر کا بندہ، اگر اسے دیا جاتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور اگر نہیں دیا جاتا تو ناخوش رہتا ہے۔“

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

”ارادوں اور نیتوں کا شرک تو ایسا بجز زخار ہے کہ جس کا کوئی کنارہ نہیں اور بہت کم لوگ اس سے بچ پاتے ہیں۔“

① مسند احمد: ۴۲۸/۵۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو حسن (بلوغ

المرام، ص: ۳۰۲) جبکہ امام منذریؒ نے جید کہا ہے۔ (الترغیب: ۶۹/۱۔

② بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب الحراسة في الغزو في سبيل الله: ۲۸۸۶۔

لہذا جس شخص نے اپنے عمل سے اللہ کی رضا مندی کے علاوہ کسی دوسری چیز کا ارادہ کیا یا اللہ تعالیٰ سے تقرب کے علاوہ کسی اور چیز کی نیت کی اور غیر اللہ سے اس عمل کی جزا کی درخواست کی تو وہ نیت و ارادہ کا شرک ہے۔

اخلاص: اخلاص کا مطلب ہے کہ اپنے تمام اعمال، افعال، ارادہ و نیت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو خالص کیا جائے، یہی چیز حنیفیت یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے، جس کو اختیار کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر بندے کو دیا ہے، اس لیے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں۔ یہی حنیفیت اسلام کی حقیقت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ (آل عمران: ۸۵)

”اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔“

یہی حنیفیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے، لہذا جو بھی اس سے اعراض کرے گا وہ دنیا کا سب سے بڑا خسارہ پانے والا ہوگا۔

شرک اکبر اور اصغر میں فرق:

مذکورہ بالا باتوں سے یہ چیز صاف طور پر واضح ہوگئی کہ شرک اکبر اور شرک اصغر کے مابین بڑا فرق ہے، جیسے:

شرک اکبر سے ایک مسلمان ملت اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور شرک اصغر سے ملت اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

نہیں ہوتا، اگر وہ جہنم میں گیا بھی تو زیادہ دن نہیں رکھا جائے گا۔

شرک اکبر تمام اعمال کو ختم کر دیتا ہے اور شرک اصغر تمام اعمال کو برباد نہیں کرتا۔

شرک اکبر مشرک کے مال و دولت کو مباح قرار دیتا ہے جب کہ شرک اصغر میں ایسا نہیں

ہے۔



کفر اور اس کی اقسام

کفر کیا ہے؟ لغوی اعتبار سے کفر کے معنی ڈھانپنے اور چھپانے کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں ایمان کی ضد کو کفر کہتے ہیں۔ یعنی اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان نہ لانے کو کفر کہا جاتا ہے، چاہے اس میں تکذیب (جھٹلانا) پائی جائے یا نہ پائی جائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ شک و شبہ، اعراض و حسد، کبر و نخوت اور خواہشات نفس کی پیروی وغیرہ سے بھی اس حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا اگرچہ جھٹلانے والا سب سے بڑا کافر ہے۔ اسی زمرہ میں وہ منکر اور جھٹلانے والا آتا ہے جو دل میں رسالت پر یقین رکھنے کے باوجود محض حسد کی وجہ سے کفر کو گلے لگائے رہتا ہے۔

کفر کی اقسام

کفر کی دو قسمیں ہیں، کفر اکبر اور کفر اصغر

کفر اکبر

کفر اکبر سے مراد وہ کفر ہے جو مسلمان کو دائرہ اسلام سے نکال دیتا ہے۔ اس کی پانچ قسمیں ہیں:

تکذیب ❁

تکذیب یعنی جھٹلانا کفر اکبر کی پہلی قسم ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۗ
 أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴾ (العنكبوت: ۶۸)

”اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا جب حق بات اس کے پاس آئے تو اس کی تکذیب کرے؟ کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے؟“

❁ تکبر و انکار:

تکبر اور انکار بھی کفر اکبر کی ایک قسم ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ
 وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴾ (البقرة: ۳۴)

”اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے لیے سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آ کر کافر بن گیا۔“

❁ شک و شبہ:

کفر اکبر کی ایک قسم شک و شبہ ہے، اسے کفر ظن (گمان) بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ فرمان الہی ہے:

﴿ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا ۖ وَ
 مَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۖ وَلَئِنْ رُدِدْتُ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا
 مُنْقَلَبًا ۖ قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ
 تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّكَ رَجُلًا ۖ لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ
 بِرَبِّي أَحَدًا ﴾ (الكهف: ۳۵-۳۸)

”اور (وہ ایسی شیخوں سے) اپنے حق میں ظلم کرتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا، کہنے لگا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ ہوگا اور نہ میں یہ خیال کرتا ہوں

کہ کبھی قیامت برپا ہوگی اور اگر میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹا یا بھی جاؤں تو وہاں ضرور اس سے اچھی جگہ پاؤں گا۔ تو اس کا دوست جو اس سے گفتگو کر رہا تھا، کہنے لگا: کیا تم اس (اللہ) سے کفر کرتے ہو؟ جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تمہیں پورا مرد بنایا مگر میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ ہی میرا پروردگار ہے اور میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔“

اعراض:

حق بات سے اعراض کرنا بھی کفر اکبر ہی میں داخل ہے۔ اس کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا مُعْرِضُونَ ﴾ (الاحقاف: ۳)

”اور کافروں کو جس چیز کی نصیحت کی جاتی ہے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔“

نفاق:

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ﴾

(المنافقون: ۳)

”یہ اس لیے کہ یہ (پہلے تو) ایمان لائے پھر کافر ہو گئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی سواب یہ سمجھتے ہی نہیں۔“

کفر اصغر

کفر اصغر سے ایک مسلمان دائرہ اسلام سے نہیں نکلتا، اس کفر کو عملی کفر کہا جاتا ہے جیسے کفر نعمت، کلام پاک میں اس کی مثال یوں بیان کی گئی ہے:

﴿ وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَّرَتْ بِأَنْعَمِ اللَّهِ ﴿ (النحل: ۱۱۲)﴾
 ”اور اللہ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے کہ وہ (ہر طرح کے) امن و چین سے
 بستی تھی۔ ہر طرف سے رزق با فراغت چلا آتا تھا مگر ان لوگوں نے اللہ کی نعمتوں
 کی ناشکری کی۔“

◎ مسلمان کا مسلمان سے جنگ و جدال بھی اس میں داخل ہے، ارشاد نبوی ہے:

((سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَ قِتَالُهُ كُفْرٌ))^①
 ”مسلمان کو سب و شتم کرنا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔“

◎ نیز فرمایا:

((لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ))^②
 ”میرے بعد تم پھر کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔“

◎ اس میں غیر اللہ کی قسم بھی داخل ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ))^③
 ”جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔“

کبیرہ گناہ کا مرتکب بھی مومن ہے:

◎ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے کبیرہ گناہ کے مرتکب کو مومن کہا ہے، آیت کریمہ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ ﴾

① بخاری، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر: ۴۸۔

② بخاری، کتاب العلم، باب الإنصات للعلماء: ۱۲۱۔

③ ترمذی، کتاب النور والأیمان باب ماجاء فی أن من حلف بغير الله فقد أشرك:

(البقرة: ۱۷۸)

”مومنو! تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی خون کے بدلے خون) کا حکم دیا جاتا ہے۔“

یہاں قاتل کو مومنوں کے زمرہ سے الگ نہیں کیا گیا بلکہ اس کو قصاص کے ولی کا بھائی بتایا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتَّبِعْ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ﴾

(البقرة: ۱۷۸)

”اور اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کر دیا جائے تو (وارث کو) پسندیدہ طریق سے (قرارداد کی) پیروی (مطالبہ خون بہا) کرنا چاہیے اور (قاتل کو) خوش خوئی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔“

بلاشبہ بھائی سے مراد یہاں دینی بھائی ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ﴾

(الحجرات: ۹)

”اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔“

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ﴾ (الحجرات: ۱۰)

”مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو۔“

کفر اکبر و کفر اصغر میں مختصراً فرق

❶ کفر اکبر ایک مسلمان کو ملت اسلامیہ کے دائرہ سے نکال دیتا ہے اور اس کے سارے اعمال ختم کر دیتا ہے جبکہ کفر اصغر ایک مسلمان کو دائرہ اسلام سے نہیں نکالتا اور نہ اس کے سارے اعمال ہی برباد کرتا ہے۔ ہاں اس میں نقص ضرور پیدا کر دیتا ہے۔

② کفر اکبر صاحب کفر کو ہمیشہ کے لیے جہنم رسید کر دیتا ہے جب کہ کفر اصغر صاحب کفر کو ہمیشہ کا جہنمی نہیں بناتا۔ اللہ تعالیٰ اسے معاف کر کے اس کو بالکل ہی جہنم سے بچا سکتا ہے۔

③ کفر اکبر سے صاحب کفر کا جان و مال مباح ہو جاتا ہے جب کہ کفر اصغر اس کی جان و مال کو مباح نہیں کرتا۔

④ کفر اکبر کی وجہ سے صاحب کفر اور مومنوں کے درمیان اصلی عداوت و دشمنی لازمی ہے، لہذا مومنوں کے لیے صاحب کفر اکبر سے محبت و دوستی چاہے وہ کتنا ہی قریبی ہو، جائز نہیں۔ جہاں تک کفر اصغر کی بات ہے تو اس کی وجہ سے صاحب کفر اصغر سے دوستی کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس کے ایمان کی مقدار کے برابر ان سے محبت و دوستی کی جاسکتی ہے اور اس کے کفر و عصیان کی مقدار کے برابر اس سے بغض و دشمنی رکھی جاسکتی ہے۔



نفاق کی پہچان

نفاق کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے لفظ نفاق فعل نافیق کا ایک مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے نافیق، ینافیق، نفاقاً و منافقہ۔ یہ لفظ ”الْتَأْفِقَاء“ سے ماخوذ ہے جو گوہ کے بل کے خفیہ منہ کو کہتے ہیں کیونکہ گوہ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب اسے بل کے ایک منہ سے تلاش کیا جاتا ہے تو وہ دوسرے منہ سے نکل جاتی ہے۔

یہ بھی کہا گیا کہ وہ لفظ نفاق سے ماخوذ ہے جو ان بلوں کو کہتے ہیں جن میں گوہ چھپی رہتی ہے۔

شرعی اصطلاح میں نفاق کے معنی ہیں ”اسلام و خیر کا اظہار کرنا اور کفر و شر کو اندر چھپائے رکھنا۔“ اسے نفاق اس لیے کہا گیا کہ منافق ایک دروازہ سے شریعت میں داخل ہوتا ہے تو دوسرے سے نکل جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ فرمائی گئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ (التوبة: ٦٧)

”بے شک منافق نافرمان ہیں۔“

فاسقوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو دائرہ شریعت سے نکلے ہوئے ہیں، اسی طرح اللہ

تعالیٰ نے منافقوں کو کافروں سے بھی برا قرار دیا ہے۔ آیت کریمہ ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

﴿ إِنَّ الْمُنْفِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ (النساء: ۱۴۵)
 ”کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔“

مزید ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ الْمُنْفِقِينَ يُخَدِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ﴾ (النساء: ۱۴۲)
 ”بے شک منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اسے کیا دھوکا دیں گے؟) وہ انہی کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا:

﴿ يُخَدِعُونَ اللَّهَ وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ مَا يُخَدِعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُونَ ۝ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝ ﴾ (البقرہ: ۹-۱۰)

”یہ (اپنے خیال میں) اللہ کو اور مومنوں کو چکما دیتے ہیں مگر (حقیقت میں) اپنے سوا کسی کو چکما نہیں دیتے اور وہ اس سے بے خبر ہیں۔ ان کے دلوں میں (کفر کا) مرض تھا، اللہ نے ان کا مرض اور زیادہ کر دیا اور ان کے جھوٹ بولنے کے سبب ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔“



نفاق کی اقسام

نفاق کی دو قسمیں ہیں: اعتقادی نفاق اور عملی نفاق۔

اعتقادی نفاق:

یہی نفاق اکبر ہے، جس میں ایک منافق بظاہر اسلام کی نمائش کرتا ہے لیکن اپنے اندر کفر کو چھپائے رکھتا ہے، اس طرح کے نفاق سے آدمی نہ صرف کلی طور پر دین سے خارج ہو جاتا ہے بلکہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں بھی پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام برے اوصاف سے انہیں متصف کیا ہے، کبھی کافر کہا، کبھی بے ایمان کہا، کبھی دین اور دین داروں کے ساتھ مذاق اڑانے والے سے تعبیر کیا۔ ان کی بری صفات بیان کرتے وقت کہا گیا کہ یہ ہمد تن دشمنان دین اسلام کی طرف جھکے رہتے ہیں، اس لیے کہ ان کی اسلام دشمنی بھی ان دشمنوں سے کم نہیں ہوتی، منافقین ہر زمانہ میں پائے جاتے ہیں، خاص طور پر ایسے زمانہ میں جب اسلام کی قوت و شوکت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے، چونکہ یہ ظاہری طور پر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہذا یہ اس کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم بھی اس میں داخل ہیں تاکہ اندر رہ کر اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سازش کی جاسکے، تاکہ مسلمانوں سے مل کر رہنے کا موقع ملے اور اپنے جان و مال کی حفاظت ہو سکے۔ لہذا ایک منافق بظاہر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان کا اعلان کرتا ہے لیکن اندرونی طور پر ان چیزوں سے عاری ہوتا ہے بلکہ ان حقائق کو جھٹلاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے نہ اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ پر اپنا کلام پاک نازل فرمایا

ہے اور اس کو رسول بنایا ہے تاکہ وہ رسول اس کی اجازت سے لوگوں کو ہدایت کرے، اس کی گرفت سے باخبر کرے اور اس کے عذاب سے ڈرائے، اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں ان منافقوں کے پردہ کو فاش فرمایا ہے اور ان کے باطنی راز کو کھول دیا ہے اور اپنے بندوں پر ان کے معاملہ کو ظاہر کر دیا ہے تاکہ وہ بھی نفاق اور اہل نفاق سے ڈرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی ابتدا میں لوگوں کے تین طبقوں کا تذکرہ کیا ہے، مومنین، کفار اور منافقین۔ مومنوں کے سلسلہ میں چار آیتیں نازل ہوئیں، کافروں سے متعلق دو آیتیں جبکہ منافقین کے بارے میں تیرہ آیتیں اتریں اور یہ صرف منافقوں کی کثرت، لوگوں میں نفاق کے پھیلنے اور اسلام اور اہل اسلام کے لیے عظیم فتنہ ثابت ہونے کی وجہ سے ہے۔ منافقوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے اسلام کو بہت سے مصائب جھیلنے پڑے ہیں، اس لیے کہ یہ اسلام کے حقیقی اور کٹر دشمن ہونے کے باوجود اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اسلام کے حلیف و مددگار سمجھے جاتے ہیں، دین میں نئے نئے طریقے نکالتے ہیں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ دین میں علم و اصلاح کی باتیں کرتے ہیں جبکہ حقیقت میں وہ اصلاح نہیں ہوتی غایت درجہ کی جہالت اور دین کے چہرہ کو مسخ کرنا ہوتا ہے۔

اعتمادی نفاق کی اقسام:

اعتمادی نفاق کی چھ قسمیں:

- ① رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانا۔
- ② رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے بعض حصہ کو جھٹلانا۔
- ③ رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھنا۔
- ④ رسول اللہ ﷺ کی لائی شریعت سے بغض رکھنا۔
- ⑤ رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے زوال سے خوش ہونا۔

⑥ رسول اللہ ﷺ کے دین کے غلبہ و بالا دستی سے تکلیف اور رنج و غم میں مبتلا ہونا۔

❁ عملی نفاق:

اس سے مراد دل میں ایمان کے ساتھ ساتھ منافقوں کے اعمال میں سے کچھ کا ارتکاب کرنا ہے۔ اس نفاق سے آدمی ملت اسلامیہ کے دائرہ سے تو نہیں نکلتا لیکن اسلام کے دائرہ سے نکلنے کا راستہ ہموار کرتا ہے۔ ایسے شخص میں ایمان و نفاق دونوں ہوتے ہیں جب نفاق کا پلڑا بھاری ہوتا ہے تو وہ خالص منافق ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصَلَةٌ مِمَّنْهُمْ كَانَتْ فِيهِ خَصَلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتَّىٰ يَدْعَوهَا، إِذَا أُوتِمِنَ خَانَ وَ إِذَا حَدَّثَ كَذِبًا وَ إِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَ إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ))^①

”چار چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس کے اندر ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس کے اندران میں سے ایک ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب امانت سونپی جائے تو خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب عہد کرے تو بدعہدی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ پر اتر آئے۔“

لہذا جس شخص میں یہ چاروں خصلتیں جمع ہو جائیں اس کے اندر ساری برائیاں جمع ہو جاتی ہیں اور اس کے اندر منافقین کی ساری صفات اکٹھی ہو جاتی ہیں اور جس کے اندران میں سے ایک ہو اس کے اندر نفاق کی ایک عادت ہوتی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کے اندر کچھ اچھی خصلتیں ہوتی ہیں اور کچھ بری خصلتیں، کچھ ایمانی خصلتیں ہوتی ہیں اور کچھ کفر

① بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق : ۳۴۔

و نفاق کی خصلتیں اور وہ اپنے اچھے برے عمل کے اعتبار سے ثواب و عقاب کا مستحق ہوتا ہے، نفاق عملی میں جماعت کے ساتھ نماز میں سستی بھی داخل ہے، اس لیے کہ یہ منافقین کی صفات میں سے ہے، نفاق بہت بری اور خطرناک چیز ہے، یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت زیادہ ڈرتے رہتے تھے۔ حضرت ابن ابی ملیکہ کا کہنا ہے کہ میں نے تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے اور سب کو اپنے بارے میں نفاق سے ڈرتے ہوئے پایا ہے۔



نفاق اکبر اور نفاق اصغر میں فرق

- ① نفاق اکبر ایک مسلمان کو دائرۃ اسلام سے باہر کر دیتا ہے جب کہ نفاق اصغر کسی مسلمان کو دائرۃ اسلام سے باہر نہیں کرتا۔
- ② نفاق اکبر میں اعتقاد کے اندر ظاہر و باطن میں اختلاف ہوتا ہے اور نفاق اصغر میں عقیدہ و اعتقاد کے بجائے اعمال کے اندر ظاہر و باطن میں اختلاف ہوتا ہے۔
- ③ نفاق اکبر کسی مومن سے صادر نہیں ہو سکتا لیکن نفاق اصغر بندہ مومن سے صادر ہو سکتا ہے۔
- ④ صاحب نفاق اکبر عموماً توبہ نہیں کر پاتا اور اگر توبہ کر بھی لے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی قبولیت کے سلسلہ میں اختلاف ہے جب کہ صاحب نفاق اصغر کو عموماً توبہ کی توفیق مل جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول بھی کر لیتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ ایک مومن بندہ نفاق کے کسی جز میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ کبھی اس کے دل میں ایسی چیز آ جاتی ہے جس سے نفاق لازم آتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس چیز کو اس کے دل سے زائل فرما دیتا ہے۔“

مومن بندہ کو کبھی شیطان کے وساوس اور کبھی کفر کے وساوس سے پالا پڑتا ہے، جس کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سے اس کے دل میں گھٹن پیدا ہوتی ہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا تھا کہ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے بعض اپنے دل میں ایسی چیز محسوس کرتے ہیں کہ اس کے بیان کرنے سے ہم آسمان سے زمین پر گر کر مر جانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

”یہ ایمان کی کھلی ہوئی نشانی ہے۔“^①

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

”وہ اپنے دل کی بات کو زبان سے بولنا بہت ہی عظیم و خطرناک سمجھتے ہیں۔“ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ کی ہزار ہزار تعریف کہ اس نے ایک سازش کو وسوسہ میں بدل دیا۔“^②

یعنی اس کی کراہیت کے باوجود اس طرح کے وسوسہ کا آجانا پھر اس کو اپنے دل سے زائل کرنا ایمان کی صریح دلیل ہے۔

اور جہاں تک نفاق اکبر کا تعلق ہے تو اس میں مبتلا لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿صُمُّ بِكُمْ عُمَىٰ فَهَمُّ لَا يَرْجِعُونَ﴾ (البقرة: ۱۸)

”(یہ) بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں کہ (کسی طرح سیدھے راستے کی طرف) لوٹ ہی نہیں سکتے۔“

یعنی وہ باطنی طور پر اسلام کی طرف نہیں لوٹیں گے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ

① مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الوسوسة فی الإیمان و ما یقولہ من وجدها: ۱۳۲۔

② ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی رد الوسوسة (۵۱۱۲) نسائی فی السنن الکبریٰ: ۱۰۵۰۳۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ دیکھیے: ہدایۃ الرواة: ۸۷/۱۔

تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ أَوْ لَا يَرُونَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا لَهُمْ يَدٌ يَدْتَكَرُونَ ۝ ﴾ (التوبة: ۱۲۶)

”کیا یہ دیکھتے نہیں کہ یہ ہر سال ایک یا دو بار مصیبت میں پھنسا دیے جاتے ہیں پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”بظاہر ان کی توبہ قبول ہونے کے سلسلہ میں علما کا اختلاف ہے، اس لیے کہ ان کی اندرونی حالت کا پتا چلانا بہت مشکل ہے اس لیے کہ وہ تو ہمیشہ اسلام ہی کا اظہار کرتے ہیں۔“^①



فصل پنجم

جاہلیت کی پہچان اور اس کی اقسام

جاہلیت:

”اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور دین و شریعت سے ناواقفیت، حسب و نسب پر بے جا فخر و تکبر اور غرور کی جس حالت میں عرب کے لوگ اسلام سے پہلے مبتلا تھے، اس حالت کو جاہلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔“^①

جاہلیت جہل سے ماخوذ ہے، جو علم کی ضد یا اتباع علم کی ضد ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اگر کسی کو حق کا علم نہیں تو وہ جہل بسیط میں مبتلا ہے اور اگر اس کا اعتقاد حق کے خلاف ہے تو وہ جہل مرکب میں مبتلا ہے اور اگر کوئی حق کا علم رکھتے ہوئے حق کے خلاف بات کرتا ہے، یا حق کے علم کے بغیر حق کے برخلاف بات کرتا ہے تو وہ بھی جاہل ہے یہ واضح ہو جانے کے بعد معلوم ہوا کہ بعثت نبوی سے پہلے لوگ ایسی جاہلیت میں تھے جو مکمل طور پر جہل کی طرف منسوب ہے کہ یہ سارے اقوال و اعمال کسی جاہل کے ایجاد کردہ تھے اور جاہل لوگ بجالاتے تھے۔

اسی طرح ہر وہ چیز جو انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی شریعتوں کے خلاف ہے اگر وہ اسلام سے پہلے کی بات ہے تو اس زمانہ میں اس زمانہ کی شریعت (یہودیت و نصرانیت) کے خلاف

① النہایۃ لابن الأثیر: ۱/۳۲۳۔ کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

جو چیز تھی وہ جاہلیت تھی، اسے جاہلیت عامہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد یہ جاہلیت عام نہیں ہے بلکہ کہیں ہوگی، کہیں نہیں ہوگی جیسے کہ دیار کفر و شرک کی جاہلیت ہے۔ اسی طرح یہ افراد میں ہوگی جماعت میں نہیں، کسی شخص کے قبول اسلام سے پہلے کی زندگی کو ہم جاہلیت سے تعبیر کر سکتے ہیں، چاہے وہ دیار اسلام ہی میں کیوں نہ ہو، لیکن زمان مطلق کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد جاہلیت عامہ نہ ہوگی، اس لیے کہ اب قیامت تک ہر زمانہ میں امت محمدیہ کی ایک جماعت حق پر قائم ہوگی لیکن جاہلیت مقیدہ (مخصوصہ) اب بھی بعض مسلم ملکوں میں اور بہت سے مسلمانوں میں پائی جاسکتی ہے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اَرْبَعٌ فِيْ اُمَّتِيْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ))^①

”میری امت میں چار چیزیں جاہلیت کی نشانی ہیں۔“

ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((اِنَّكَ اِمْرُوٌّ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ))^②

”تم میں ابھی تک جاہلیت کی بو موجود ہے۔“

خلاصہ کلام

جاہلیت کی نسبت جہل کی طرف ہے جو عدم علم کا دوسرا نام ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:

① جاہلیت عامہ: اس سے مراد بعثت نبوی ﷺ سے ما قبل کا زمانہ اور حالت ہے جو بعثت نبوی کی وجہ سے ختم ہو چکی ہے۔

② جاہلیت خاصہ: یہ جاہلیت ہمیشہ کی طرح اب بھی بعض ملکوں، بعض شہروں اور بعض

① مسلم، کتاب الجنائز، باب التشديد في النيامة : ۹۳۴۔

② کتاب الايمان، باب المعاصي من امر الجاهلية ولا يكفر صاحبها۔

افراد میں باقی ہے۔ اس سے ان لوگوں کی غلطی کھل کر سامنے آ جاتی ہے جو جاہلیت کو اس زمانہ تک عام کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں اس صدی کی جاہلیت یا اس جیسے دوسرے جملے، جب کہ صحیح جملہ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ اس صدی کے بعض لوگوں کی جاہلیت یا اس صدی کے اکثر لوگوں کی جاہلیت۔ جہاں تک عمومیت کا مسئلہ ہے تو یہ صحیح نہیں اور نہ جائز ہی ہے اس لیے کہ بعثت نبوی کی وجہ سے یہ عام جاہلیت ختم ہو چکی ہے۔



فسق اور اس کی اقسام

فسق کیا ہے؟

لغت میں فسق کے معنی ”نکلنے“ کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں فسق سے مراد ہے ”اطاعت الہی سے نکلنا“ اس میں کلی طور پر نکلنا بھی شامل ہے۔ لہذا کافر کو بھی فاسق کہہ دیا جاتا ہے، اسی طرح اس سے جزوی طور پر نکلنا بھی مراد لیتے ہیں۔ لہذا ایک مومن سے اگر کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو اسے فاسق کہہ دیا جاتا ہے۔

فسق کی قسمیں

دائرہ اسلام سے خارج کر دینے والا فسق:

وہ فسق جس سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اسے کفر بھی کہتے ہیں، لہذا کافر کو بھی فاسق کہہ دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے تذکرہ میں فرمایا:

﴿فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ﴾ (الکہف: ۵۰)

”تو وہ اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔“

اس فسق کے ذریعہ ابلیس نے دراصل کفر کیا تھا، اللہ تعالیٰ کا اس ضمن میں یہ بھی ارشاد ہے:

﴿وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ﴾ (السجدة: ۲۰)

”اور جنہوں نے نافرمانی کی، ان کے رہنے کے لیے دوزخ ہے۔“

اس سے مراد کفار ہیں، اس کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَلَّمَآ أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَ قِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ
النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكْفَرُونَ ﴾ (السجدة: ٢٠)

”جب چاہیں گے کہ اس میں سے نکل جائیں تو اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ کے جس عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے اس کے مزے چکھو۔“
فسق جو دائرہ اسلام سے خروج کا سبب نہیں:

گناہ گار مسلمان کو بھی فاسق کہہ دیا جاتا ہے لیکن اس کا فسق اسے اسلام سے نہیں نکالتا۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شَهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ
تَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾
(النور: ٤)

”اور جو لوگ پرہیزگار عورتوں پر بدکاری کا الزام لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی (۸۰) درے مارو اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی بدکردار ہیں۔“
نیز فرمایا:

﴿ الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَةٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفْتٌ وَلَا فُسُوقٌ
وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ﴾ (البقرة: ١٩٧)

”تو جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کرے تو حج (کے دنوں) میں نہ عورتوں سے
اختلاط کرے، نہ کوئی برا کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے۔“^①

علمائے کرام نے فسق کی تفسیر میں اس کے معنی عاصی و گناہ گار کے بتائے ہیں۔



﴿ ضلالت ﴾

ضلالت کیا ہے؟ ضلالت: ”صراطِ مستقیم سے ہٹ جانے کو“ کہتے ہیں یہ ہدایت کی ضد ہے، آیت کریمہ ہے:

﴿ مَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ﴾

(بنی اسرائیل: ۱۵)

”جو شخص ہدایت اختیار کرتا ہے تو اپنے لیے اختیار کرتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو گمراہی کا ضرر بھی اسی کو ہوگا۔“

ضلالت کے متعدد معانی:

① اس کا اطلاق کفر پر بھی ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ

ضَلَالًا بَعِيدًا ﴾ (النساء: ۱۳۶)

”اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں اور روز قیامت سے انکار کرے وہ راستے سے بھٹک کر دور جا پڑا۔“

② کبھی اس کا اطلاق شرک پر بھی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴾ (النساء: ۱۱۶)

”اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا وہ رستے سے دور جا پڑا۔“

③ کبھی اس کا اطلاق اس مخالفت پر بھی ہوتا ہے، جس سے کفر لازم نہیں آتا، جیسے کہا جاتا ہے، فرق ضالہ، یہاں ضالہ سے مراد مخالف ہے۔

④ غلطی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول قرآن میں یوں بیان ہوا ہے:

﴿ قَالَ فَعَلْتُهَا إِذَا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ ﴾ (الشعراء: ۲۰)

”موسیٰ نے کہا کہ (ہاں) وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہوئی تھی اور میں خطا کاروں میں تھا۔“

⑤ کبھی نسیان و بھول پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى ﴾ (البقرة: ۲۸۲)

”ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلا دے گی۔“

⑥ ضلال کا اطلاق کبھی غائب ہونے اور گم ہونے پر بھی ہوتا ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں:

”ضالة الابل“، یعنی گمشدہ اونٹ ①



ارتداد

ارتداد کیا ہے؟ لغت میں ارتداد (رجوع یعنی) پلٹنے کو کہتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَرْتَدُوا عَلٰی اَدْبَارِكُمْ ﴾ (المائدة: ۲۱)

”اور دیکھنا مقابلے کے وقت پیٹھ نہ پھیرنا۔“

فقہی اصطلاح میں ارتداد کہتے ہیں: ”اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرنے کو۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ

اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا

خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة: ۲۱۷)

”اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر (کر کافر ہو) جائے گا اور کافر ہی مرے

گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے اور یہی

لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

ارتداد کی اقسام

نواقض اسلام کے کسی نقض کے ارتکاب سے یہ ارتداد لازم آتا ہے اور نواقض کی چار

قسمیں ہیں:

قوی ارتداد:

جیسے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، اس کے فرشتوں یا گزشتہ انبیاء میں سے کسی نبی کو سب و شتم کرنا، یا علم غیب کا دعویٰ کرنا، یا نبوت کا دعویٰ کرنا، یا جو نبوت کا دعویٰ کرے اس کی تصدیق کرنا، یا غیر اللہ سے دعا کرنا، اس سے مدد چاہنا جب کہ اس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی قادر نہیں، یا پھر کسی معاملہ میں غیر اللہ سے پناہ مانگنا وغیرہ۔

عملی ارتداد:

اس کی مثال بت، شجر و حجر، مزار و مقابر کو سجدہ کرنا، اس کے لیے قربانی کرنا، گندی جگہوں پر قرآن مجید رکھنا، جادوگری، اس کو سیکھنا اور سکھانا، اللہ تعالیٰ کی نازل شدہ شریعت کے علاوہ دوسرے قوانین کے مطابق فیصلہ دینا اور شریعت کے علاوہ انسانی قانون ہی کو مسئلہ کا حل سمجھنا وغیرہ۔

اعتقادی ارتداد:

جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی شرکت کا اعتقاد یا پھر اس کا اعتقاد کہ زنا، شراب اور سود حلال ہے یا پھر روٹی حرام ہے یا نماز واجب نہیں، اس طرح کی وہ تمام چیزیں جن کی حلت یا حرمت یا وجوب پر امت کا قطعی اجماع ہے اور اس سے کوئی شخص ناواقف نہیں ہے۔

ارتداد بوجہ شک:

کسی ایسی چیز میں شک کے ذریعہ ارتداد کا مرتکب ہونا جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے جیسے شرک کی حرمت میں شک کرنا، زنا و شراب کی حرمت میں شک کرنا، یا روٹی کی حلت میں شک کرنا، یا رسول اللہ ﷺ کی رسالت یا دیگر انبیاء میں سے کسی کی رسالت پر شک کرنا یا ان کی سچائی پر شک کرنا، یا مذہب اسلام میں شک کرنا، یا موجودہ دور میں اس کے

قابل تمفیذ ہونے پر شک کرنا وغیرہ۔



مرتد کے احکام

- ① مرتد کو توبہ کی دعوت دی جائے گی، اگر تین دن کے اندر توبہ کر لے اور اسلام کو گلے سے لگالے تو اس کی توبہ قابل قبول سمجھی جائے گی اور اسے چھوڑ دیا جائے گا۔
- ② اور اگر توبہ کرنے سے انکار کرے تو اس کا قتل واجب ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ))^①

”جو اپنے دین سے پھر جائے اسے قتل کر دو۔“

- ③ توبہ کی طرف دعوت کے دوران اس کو اپنے مال پر تصرف نہیں کرنے دیا جائے گا اگر دوبارہ اسلام قبول کر لے تو وہ مال اسی کا ہوگا بصورت دیگر یہ مال مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا اور یہ اس صورت میں ہوگا جب کہ ارتداد پر ہی اس کی موت یا قتل ہو، بعض لوگوں کا تو کہنا ہے کہ مرتد ہوتے ہی اس کے مال و دولت کو مسلمانوں کے کام میں لگا دیا جائے گا۔
- ④ مرتد کی وراثت ختم ہو جائے گی یعنی اس کے اقارب اس کے وارث ہوں گے اور نہ وہ کسی کا وارث ہوگا۔

① بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب لا يعذب بعذاب الله: ۳۰۱۷

⑤ ارتداد کی حالت میں مرنے یا قتل ہونے کی صورت میں اس کو غسل نہیں دیا جائے گا، نہ اس پر جنازہ کی نماز ہی پڑھی جائے گی، مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا بھی نہیں جائے گا اور مسلم قبرستان کے علاوہ کسی دوسری جگہ مٹی کے نیچے ڈھانپ دیا جائے گا۔



توحید کے منافی اقوال و اعمال

- فصل اول: علم غیب کا دعویٰ
- فصل دوم: جادو، کاہن اور نجومی کا پیشہ
- فصل سوم: مزارات پر نذر و نیاز، ہدیے اور ان کی تعظیم
- فصل چہارم: جسموں اور یادگار نشانیوں کی تعظیم
- فصل پنجم: دین کا مذاق اڑانے اور مقدسات کی توہین کا حکم
- فصل ششم: اللہ کی شریعت کی بجائے دوسرے قوانین کے مطابق فیصلہ دینا
- فصل ہفتم: قانون سازی کس کا حق ہے؟
- فصل ہشتم: ملحدانہ تحریکیں
- فصل نہم: زندگی کے متعلق دنیاوی نظریہ
- فصل دہم: جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے
- فصل یازدہم: غیر اللہ کی قسم، مخلوق کا وسیلہ اور دہائی



علم غیب کا دعویٰ

غیب کا مفہوم:

ماضی و مستقبل کی جو چیزیں لوگوں سے غائب اور پوشیدہ ہوں، یا آنکھوں سے ادھمل ہوں انھیں غیب کہا جاتا ہے۔

غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ ﴾

(النمل: ۶۵)

”کہہ دو کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے۔“

غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے:

وہ جسے چاہے غیب کی خبر دے دے۔

غیب کا علم صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو ہے، پھر وہ اپنے اس غیبی علم میں سے اپنے انبیاء علیہم السلام اور رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے حکمت و مصلحت کی بنا پر عطا کرتا ہے۔ آیت کریمہ ہے:

﴿ عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۚ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ ﴾

(الجن: ۲۶-۲۷)

”(وہی) غیب (کی باتیں) جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا، کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی مکتبہ کا سب سے بڑا مفت مرکز

(ہاں) جس کو پیغمبروں میں سے پسند فرمائے تو اس کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے۔“

یعنی غیبی امور میں سے کچھ کا علم صرف اسی کو عطا ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی رسالت کے لیے چن لیتا ہے، لہذا اس چنیدہ و برگزیدہ بندہ کو وہ جتنا چاہتا ہے علم غیب میں سے عطا کرتا ہے۔

اس لیے کہ ایک نبی کو معجزات کے ذریعہ اپنی نبوت کی دلیل پیش کرنی پڑتی ہے، انہی معجزات میں سے غیب کی خبر دینا بھی ہے، جس پر اللہ تعالیٰ اس کو مطلع فرماتا ہے، اس چیز میں اللہ تعالیٰ کے فرستادہ فرشتے اور انسان دونوں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

کسی تیسری مخلوق کو غیب کا علم نہیں:

قرآن و حدیث کے واضح دلائل کی بنیادوں پر کہا جا سکتا ہے کہ کوئی تیسری مخلوق اس میں شریک نہیں ہوتی، لہذا انبیاء اور رسولوں کو چھوڑ کر اگر کسی کو کسی بھی وسیلہ و سبب کی بنا پر علم غیب کا دعویٰ ہے تو وہ جھوٹا اور کافر ہے، چاہے اس کا دعویٰ ہتھیلی پڑھ کر ہو، پیالی پڑھ کر یا پھر کہانت و جادو اور علم نجوم وغیرہ کے ذریعے۔ اس طرح کی چیزیں آج بہت سارے شعبہ باز اور فریبی لوگوں کی طرف سے دیکھنے میں آرہی ہیں جو عموماً گمشدہ چیزوں کے بارے میں خبر دینے کی کوشش کرتے ہیں، بعض امراض کے غلط اسباب و علل بتاتے ہیں عموماً ایسے لوگوں کا کہنا ہوتا ہے: ”فلاں نے تم کو کچھ کر دیا ہے، اس کی وجہ سے تم بیمار پڑے ہو۔“ ایسا جن و شیاطین کی خدمت حاصل کرنے پر بھی ہوتا ہے، لیکن لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کرتے ہیں کہ فلاں فلاں عمل کے ذریعہ یہ سب کچھ بتایا جا رہا ہے، اس طرح کی ساری چیزیں سراسر فریب و جھوٹ ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

”ہر کاہن کے پاس شیاطین میں سے ایک موکل ہوتا تھا جو اسے آسمان سے چرا

کر بہت سی پوشیدہ چیزوں کے بارے میں بتا دیتا تھا، اس میں بھی وہ سچ کے ساتھ جھوٹ ملا کر بتاتا تھا، ان میں سے بعض تو اپنے موکل کے سہارے مکہ، مدینہ، بیت المقدس اور دیگر مقامات مقدسہ تک اڑ کر چلے جاتے۔“^①

آج کے شعبہ بازوں کا حال:

غیب سے متعلق اس طرح کی خبر وہی علم نجوم کے ذریعہ بھی ہوتی ہے، اس میں فلک کے ستاروں کو دیکھ کر زمین کے حوادث پر استدلال کیا جاتا ہے، جیسے ہوا چلنے کے اوقات، بارش کا وقت، قیمتوں میں اتار چڑھاؤ وغیرہ، یہ وہ چیزیں ہیں جن کے بارے میں نجومیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ستاروں کی گردش، ان کی چال و رفتار اور اجتماع و افتراق دیکھ کر معلوم کی جا سکتی ہیں، ان کا کہنا ہے ”جس نے فلاں ستارہ پر شادی کی تو اس کے ساتھ فلاں چیزیں پیش آئیں گی“ جس نے فلاں ستارہ کے وقت سفر کیا تو اس کو فلاں فلاں امور کا سامنا ہوگا“ فلاں فلاں ستارہ کے وقت جس کے ہاں پیدائش ہوئی اس کو برکت و نحوست میں سے فلاں فلاں چیزیں حاصل ہوں گی“ آج کل اخبارات اور رسائل و جرائد میں اس طرح کی واہیات چیزیں ستاروں اور ستاروں سے متعلق قسمت کے بارے میں خوب چھپ رہی ہیں۔

ہمارے یہاں گنوار، ان پڑھوں کے ساتھ ساتھ بعض پڑھے لکھے اور کمزور ایمان والے اس طرح کے نجومیوں کے پاس جاتے ہیں، ان سے اپنے مستقبل کے بارے میں معلوم کرتے ہیں، شادی سے متعلق بھی مستقبل کی باتیں معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جب کہ اس سلسلہ میں شریعت کا واضح بیان ہے کہ جو کوئی بھی علم غیب کا دعویٰ کرے گا یا دعویٰ کرنے والے کی تصدیق کرے گا وہ سراسر مشرک و کافر ہوگا۔ اس لیے کہ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں شرکت کا دعویٰ کرتا ہے، ستارے اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار

مخلوق ہیں، ان کے بس میں کچھ بھی نہیں ہے، وہ نیک و بد فال یا موت و حیات کسی بھی چیز پر دلالت نہیں کرتے، یہ سب ان شیاطین کی حرکتیں ہیں جو آسمان کی خبریں چرانے کی کوشش کرتے ہیں۔



جادوگر، کاہن اور نجومی کا پیشہ

یہ سارے اعمال اور امور حرام اور شیطان کے ایجاد کردہ ہیں جو عقیدہ میں خلل ڈالتے ہیں یا اس میں نقص پیدا کرتے ہیں، اس لیے کہ یہ چیزیں بغیر شرکیہ اعمال کے حاصل نہیں ہوتیں۔

سحر ایک شیطانی عمل:

سحر (جادو) ایک سفلی عمل ہے جس کے اسباب بہت ہی پوشیدہ و باریک ہوتے ہیں۔ اسے سحر اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ سفلی اعمال سے وجود میں آتا ہے، جسے ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، سحر میں منتر، جھاڑ پھونک، کچھ کلمات، جڑی بوٹیاں اور دھونی وغیرہ سب شامل ہوتے ہیں، سحر کے وجود میں کوئی شک نہیں، بعض سحر دلوں پر اثر کرتا ہے اور بعض جسموں پر، جس کے اثر سے آدمی بیمار بھی پڑ جاتا ہے اور بعض مر بھی جاتے ہیں، اس سے میاں بیوی کے مابین تفریق بھی ہو جاتی ہے۔ سحر کا اثر اللہ تعالیٰ کی تقدیری و کائناتی اجازت سے ہے، یہ سراسر شیطانی عمل ہے۔

بعض لوگ تو سحر سیکھنے کے لیے شرک اور ارواح خبیثہ سے تقرب کے بہت سے مراحل طے کرتے ہیں پھر شرک کے ذریعہ ان ارواح خبیثہ کی خدمت حاصل کرتے ہیں، اسی لیے شریعت نے اس کا تذکرہ شرک کے ضمن میں کیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤْبَقَاتِ، قَالُوا وَ مَا هِيَ ؟ قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ

وَالسَّحْرُ))^①

”سات مہلک چیزیں ہیں: سحر، جادو، کھانا، بھولنا، کبلا، نیند، نسات چیزیں کیا ہیں؟ اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور سحر۔“

سحر دو اعتبار سے شرک میں داخل ہے۔

جادوگر شیاطین کا خادم ہے:

اس میں شیاطین کی خدمت کی جاتی ہے، شیاطین سے تعلق قائم کیا جاتا ہے، شیاطین کی خدمت میں ان کی محبوب و مرغوب چیزیں پیش کی جاتی ہیں تاکہ وہ جادوگر کی خدمت میں لگا رہے، جادو شیاطین کی تعلیمات میں سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَكِنَّ الشَّيْطَانَ كَفَرُوا يَعْلَمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ (البقرة: ۱۰۲)

”بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔“

جادوگر کا علم غیب کا دعویٰ:

اس کے شرک ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اس میں علم غیب کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کار ہونے کا بھی دعویٰ ہوتا ہے جو سراسر کفر و ضلالت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَقٍ﴾

(البقرة: ۱۰۲)

”اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (یعنی سحر اور منتر وغیرہ) کا خریدار ہوگا

① بخاری، کتاب الطب، باب الشرك والسحر من الموبقات: ۵۷۶۴۔

اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔“

جب معاملہ ایسا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سراسر کفر و شرک ہے جو عقیدہ کے خلاف ہے، ایسی حرکتوں کا ارتکاب کرنے والے کا قتل واجب ہے۔ جیسے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے جادو گروں کو قتل کیا ہے، آج کل لوگ جادو اور جادو گروں کے معاملہ میں سستی اور ڈھیل برتنے لگے ہیں بلکہ اسے اب ایسا فن شمار کر لیا گیا ہے جس پر لوگ فخر کرتے ہیں اور اصحاب فن کی ہمت افزائی کے لیے انھیں بڑے بڑے انعامات دیے جاتے ہیں۔ جادو گروں کے اعزاز میں محفلیں جمتی ہیں، ہزاروں شائقین کو دعوت دے کر جادو گری دکھائی جاتی ہے، ان کے مابین مقابلے کرائے جاتے ہیں، یہ ساری حرکتیں دین سے ناواقفیت اور عقیدہ کے معاملہ میں غفلت و لا پرواہی کا نتیجہ ہیں جس سے کچھ کھلاڑیوں کو دین کے مسلمات سے کھیلنے کا موقع دیا جاتا ہے۔



کاہن اور نجومی کا پیشہ

کاہن اور نجومی کا علم غیب کا دعویٰ:

ان دونوں میں علم غیب اور غیبی امور سے واقفیت کا دعویٰ کیا جاتا ہے، جیسے آئندہ زمین میں کیا ہونے والا ہے؟ پھر اس کا کیا نتیجہ نکلے گا، گمشدہ چیز کہاں ہے؟ وغیرہ، ان سب امور میں شیاطین کی خدمت کی جاتی ہے، خاص طور پر ان شیاطین کی جو آسمانوں سے خبریں چراتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۖ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۚ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثُرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴾ (الشعراء: ۲۲۱-۲۲۳)

”اچھا) میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں جو سنی ہوئی بات (اس کے کان میں) لا ڈالتے ہیں اور وہ اکثر جھوٹے ہیں۔“

یہ سب کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ شیطان فرشتوں کی باتوں میں سے کچھ چوری چھپے سن لیتا ہے اور کاہن کے کان میں ڈال دیتا ہے پھر کاہن اس بات میں اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا کر بیان کرتا ہے اور لوگ اس ایک سچ بات کی وجہ سے اس کے سارے جھوٹ کو سچ مان لیتے ہیں، جب کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے لہذا اگر کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ کہانت یا دیگر ذرائع سے وہ اس علم میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہے یا ایسا کہنے والے کی تصدیق کرتا ہے

تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک کار کا اقرار کرتا ہے، خود کہانت شرک سے خالی نہیں اس لیے کہ اس میں شیاطین کو اس کی محبوب چیزیں پیش کی جاتی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں شرک ہے، اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے علم میں مشارکت و شرکت کا دعویٰ کیا جاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں بھی شرک ہے اس لیے کہ اس میں عبادت کے ذریعہ غیر اللہ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

کاہن اور نجومی کی تصدیق کا حکم:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے:

((مَنْ أُنِيَ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أَنْزَلَ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))^①

”جو شخص کسی کاہن کے پاس آتا ہے اور اس کی تصدیق کرتا ہے تو دراصل جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا وہ اس کا منکر ہے۔“

آج اس طرف توجہ دینے اور لوگوں کو متوجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ جادوگر، کاہن اور عراف اور نجومی سب کے سب ہمارے عقیدہ سے کھیل رہے ہیں، جو اپنے کو اطبا کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں اور مریضوں کو غیر اللہ کے لیے نذر و نیاز اور قربانی کا حکم دیتے ہیں مثلاً فلاں فلاں صفت کا بکرا یا مرغ ذبح کیجیے یا پھر مریضوں کے لیے شریک طلسم اور شیطانی تعویذ لکھتے ہیں، پھر اس کو تختیوں میں محفوظ کر کے مریضوں کی گردنوں میں لٹکاتے ہیں یا گھر کے صندوق میں رکھواتے ہیں، اس طرح بعض تو غیب کی خبر دینے والے اور گمشدہ چیزوں کا پتا بتانے والے کی حیثیت سے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں پھر جاہل و گنوار لوگ اس کے پاس

① ابوداؤد، کتاب الکھانۃ والقطیر، باب فی الکھان : ۳۹۰۴۔ ترمذی : ۱۳۵۔ ابن ماجہ : ۶۳۹۔ ارواء الغلیل : ۲۰۰۶۔

آتے ہیں اور گمشدہ چیزوں سے متعلق ان سے پوچھتے ہیں تو یہ انھیں ان کی خبر دیتے ہیں یا اپنے شیطانی موکلوں کے ذریعہ حاضر کر دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض حضرات صاحب کشف و کرامات اور ولی بن کر نمودار ہوتے ہیں، مثلاً آگ ان پر اثر نہیں کرتی اور نہ ہتھیار سے انھیں چوٹ لگتی ہے، کبھی کبھی یہ اپنے آپ کو گاڑی کے نیچے ڈال دیتے ہیں، اس کے علاوہ بہت طرح کی شعبہ بازیوں دکھاتے ہیں جو دراصل جادو اور شیطانی اعمال ہوتے ہیں تاکہ لوگ فتنہ و فساد میں مبتلا ہوں یا پھر یہ سب خیالی اعمال ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ خفیہ حیلے ہیں، جو مہارت کے ساتھ لوگوں کو دکھائے جاتے ہیں، جیسے فرعون کے جادوگروں نے لائھی اور رسی کے جادو دکھائے تھے۔

ابن تیمیہ اور جادوگروں کا عجیب واقعہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی احمدی (رفاعی) جادوگروں کے ساتھ مناظرہ میں درج ہے:

”شیخ بھائی رفاعی نے بلند آواز میں کہا: ہمارے ایسے ایسے احوال و کوائف ہیں۔ پھر خارق عادات چیزوں مثلاً آگ وغیرہ کے اثرات کے ازالہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ہمارے ان احوال کو تسلیم کیا جانا چاہیے، اس پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے غضبناک ہو کر بلند آواز میں شیخ رفاعی سے فرمایا:

میں دنیا کے مشرق و مغرب کے ہر احمدی سے کہنا چاہوں گا کہ انھوں نے آگ میں جو کچھ کیا بعینہ اسی چیز کو میں بھی کر سکتا ہوں اور اس میں جو جل جائے گا اس کو شکست کھانی پڑے گی بلکہ میں یہ بھی کہوں گا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور یہ اس وقت ہوگا جب ہمارے جسم سرکہ اور گرم پانی سے دھل دیئے جائیں گے، یہ سن کر امرائے سلطنت اور عام لوگوں نے ہم سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو میں نے کہا کہ ان لوگوں کے کچھ حیلے بہانے ہیں جن کے ذریعہ یہ آگ میں گھس جاتے

ہیں مثلاً مینڈک کا تیل، ناریل کا چھلکا، اور طلق پتھر وغیرہ سے کچھ تیار کر کے جسم میں مل لیتے ہیں، یہ سن کر لوگوں نے شور مچایا، اس پر اس شخص نے آگ میں گھسنے کی اپنی قدرت کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم اور آپ کٹہرے میں لیٹ دیے جائیں اور ہمارے جسموں کو ”کبریت“ سلائی سے مل دیا جائے، میں نے کہا: چلو ٹھیک ہے، پھر بار بار میں تقاضا کرتا رہا، اس پر اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ قمیص نکالے، میں نے کہا ابھی نہیں، یہاں تک کہ ہم گرم پانی اور سرکہ سے نہالیں پھر انھوں نے اپنی عادت کے مطابق اپنے وہم کا اظہار کیا اور کہا: جو امیر کو چاہتا ہے وہ لکڑی حاضر کرے، یا لکڑی کا گٹھا حاضر کرے، اس پر میں نے کہا: لکڑی لاتے لاتے دیر ہو جائے گی، لوگ منتشر ہو جائیں گے، اس سے اچھا ہے کہ ایک قندیل جلا دی جائے پھر میں بھی اور تم بھی دونوں اسی میں اپنی اپنی انگلیاں ڈالیں اور یہ عمل انگلیوں کو دھونے کے بعد ہوگا، اس پر جس کی انگلی جلے گی اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہوگی یا وہ مغلوب ہوگا، جب میں نے یہ بات کہی تو وہ بدل گیا اور ذلیل و خوار ہوا۔^①

قصہ بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح کے فریب کار اسی طرح کے مکرو فریب اور خفیہ جیلوں سے عام لوگوں کو بے وقوف بناتے ہیں۔



مزارات پر نذر و نیاز، ہدیے اور ان کی تعظیم

رسول اللہ ﷺ نے شرک کے سارے راستے بند فرمادیے ہیں اور شرک اور شرکیہ اعمال سے بڑی تاکید کے ساتھ مسلمانوں کو باخبر کر دیا ہے، اس سلسلہ کا پہلا دروازہ مقابر ہیں، لہذا قبر پر جانے اور وہاں دعا کرنے کے ایسے ضابطے بنا دیے ہیں کہ آدمی شرک سے محفوظ ہو جائے، اسی طرح اولیا و صالحین کی محبت و عقیدت میں غلو سے امت کو باخبر فرمادیا ہے۔

محبت میں غلو سے اجتناب:

① اولیا و صالحین کی عقیدت میں غلو سے خبردار کیا گیا اس لیے کہ ان کی عقیدت میں غلو ہوتے ہوتے ان کی عبادت ہونے لگتی ہے، ارشاد نبوی ہے:

((إِيَابُكُمْ وَالْغُلُوُّ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْغُلُوُّ))^①

”غلو سے بچو اس لیے کہ تم سے پہلے جو لوگ ہلاک ہوئے وہ دین میں غلو کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک اور برباد ہوئے ہیں۔“

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

((لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطَرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ))^②

① مسند احمد : ۲۱۵/۱ (أبو يعلى) : ۲۴۷۲۔ ابن خزيمة : ۲۸۶۷۔ ابن حبان : ۳۸۷۱۔

② بخاری، کتاب أحادیث الانبياء، باب قول الله تعالى واذكروني الكتاب مريم : ۳۴۴۵۔

”میری تعریف میں غلو و مبالغہ نہ کرو جیسے کہ نصاریٰ نے ابن مریم کے لیے کیا، اس لیے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں لہذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی پکارو۔“

پختہ قبروں کی ممانعت:

② رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے جیسے کہ حضرت ابو الہیاج الاسدی سے روایت ہے، آپ کہتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: کیا تمہیں میں اس مہم کے لیے نہ بھیجوں جس مہم کو سر کرنے کے لیے مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا، جہاں کہیں کوئی مجسمہ نظر آئے اسے توڑ ڈالو اور جہاں بھی اونچی قبر دیکھو اس کو برابر کر دو۔^①

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے اور اس پر (عمارت وغیرہ) تعمیر کرنے سے سختی کے ساتھ روکا ہے،

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے، اس پر بیٹھنے اور اس پر چھت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔“^②

قبرستان میں نماز کی ممانعت:

③ قبروں کے پاس نماز پڑھنے سے بھی رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ جب مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو آپ ﷺ برابر اپنی چادر منہ پر ڈالتے رہتے، جب اس سے تکلیف محسوس کرتے تو کھول دیتے، اس حالت میں آپ ﷺ نے فرمایا: یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انھوں نے اپنے انبیاء

① مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسوية القبر: ۹۶۹۔

② مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن تحصیص القبر والبناء علیہ: ۹۷۰۔

کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔“

آپ ﷺ اپنی امت کو اس چیز سے خبردار فرما رہے تھے کیونکہ آپ ﷺ کو خدشہ تھا کہ لوگ اسے مسجد نہ بنا لیں۔^①

مزید فرمایا:

قبرستان میں مسجد بنانے کی ممانعت:

((اَلَا وَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ اَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ ،
اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ ، فَاِنِّي اَنْهَاكُمُ عَنْ ذٰلِكَ))^②
”اچھی طرح سن لو کہ تم سے پہلے کی قومیں اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیتی تھی،
خبردار قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمہیں اس چیز سے روک رہا ہوں۔“

قبروں کو مسجد بنانے کا صاف مطلب ہے قبروں پر نماز پڑھنا، چاہے اس پر مسجد نہ بھی ہو، لہذا وہ جگہ جو نماز کے لیے مخصوص کی جائے گی وہ مسجد ہو جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((جُعِلَتْ لِيْ اَلْاَرْضُ مَسْجِدًا وَ طَهُوْرًا))^③
”پوری زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکیزہ بنا دی گئی ہے۔“

لہذا اگر اس پہ مسجد بن جائے تو یہ اور بری بات ہے۔

اکثر لوگوں نے ان احکامات کی مخالفت کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں

① بخاری، کتاب الجنائز، باب ما يكره من اتخاذ المساجد على القبور: ۱۳۳۰۔

② مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد على القبور واتخاذ الصور فيها:

۵۳۲۔

③ بخاری، کتاب التيمم: ۳۳۵۔ مسلم: ۵۲۱۔ بیہقی: ۲۱۲/۱۔ دارمی: ۳۲۲/۱۔

سے روکا ہے ان کا ارتکاب کیا ہے، اس طرح وہ شرک اکبر میں مبتلا ہو گئے ہیں انھوں نے قبروں پر مساجد، مزارات اور مقابر بنا لیے ہیں اور ان پر شرک اکبر کے اعمال ہو رہے ہیں، نذرو نیاز ہو رہی ہے، اصحاب قبر سے منت و مناجات اور دعا و استغاثہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت:

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اگر کوئی شخص قرون اولیٰ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور لوگوں کے موجودہ اعمال کے مابین موازنہ کرنے کی کوشش کرے تو جمع بین الضدین کا احساس ہوگا، دراصل وہ شخص دو ایسی چیزوں کا جمع کرنے والا ہوگا جو کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزار کے پاس نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے لیکن یہ لوگ وہاں ضرور نماز پڑھتے ہیں، انھیں قبر پر یا اس کے پاس مسجد بنانے سے روکا ہے لیکن یہ وہاں ضرور مسجد بناتے ہیں بلکہ انھیں مشاہد اور یادگار کا نام دیتے ہیں، تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے گھر کا مد مقابل بنا دیں، قبروں پر چراغ جلانے سے روکا ہے، لیکن یہ لوگ ضرور قبرستان میں چراغاں کرتے ہیں بلکہ قبر پر چراغاں کے لیے جائداد تک وقف کر دیتے ہیں، قبرستان یا قبر سے متعلق جشن منانے یا خوشی کا دن منانے سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے لیکن یہ حضرات بالکل عید و بقرعید کی طرح مقابر و مزارات میں عید، جشن اور عرس مناتے ہیں، قبروں کو برابر کرنے کا حکم ہے، جیسا کہ حضرت ابو الہیاج الاسدی سے روایت ہے، ان کا کہنا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: ”کیا میں تم کو اس مہم کے لیے نہ بھیجوں جس مہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا، وہ یہ کہ جہاں کہیں کوئی تصویر دیکھو مٹا دو اور جہاں کہیں کوئی اونچی قبر دیکھو اس کو برابر کر دو۔“^①

① مسلم، کتاب الحناز، باب الأمر بتسوية القبر: ۹۶۹۔

صحیح مسلم میں ایک اور روایت حضرت ثمامہ بن شفی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

”ہم فضالہ بن عبید کے ساتھ سرزمین روم میں برودس نامی جگہ پر تھے کہ ہم میں سے ایک کا انتقال ہو گیا، اس کے دفن کے وقت حضرت فضالہ نے اس کی قبر برابر کر دینے کا حکم دیا، پھر کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے قبر کو برابر کر دینے کا حکم دیا۔“^①

جب کہ قبوری لوگ ان دونوں احادیث کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ گھر کی طرح قبروں کو اونچا کرنے اور ان پر قبہ بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔

آج کی بدعات:

پھر علامہ ابن قیم نے آگے فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ کی شریعت اور قبروں سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے اوامر و نواہی اور آج کے قبوری حضرات کی من گھڑت شریعت کو دیکھو تو دونوں میں فرق نظر آئے گا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ وہ مفسد ہیں جن کا شمار مشکل ہے۔“

پھر آپ نے ان مفسد کا قدرے تفصیلی تذکرہ کیا ہے، یہاں تک کہ آخر میں فرمایا:

”زیارت قبور کی رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی اور اس کے متعلق جو ضوابط ہیں وہ صرف آخرت یاد دلانے کے لیے اور صاحب قبر کے ساتھ نیکی کا معاملہ کرنے کے لیے ہے یعنی یہ کہ اس کے لیے دعا کی جائے، اس کے لیے اللہ سے رحمت کی درخواست کی جائے، اس کے لیے استغفار کیا جائے اور عافیت کی دعا کی جائے، ان باتوں کی وجہ سے زیارت کرنے والا اپنے لیے بھلائی کرتا ہے اور میت کے لیے بھی لیکن قبوری مشرکوں نے معاملہ کو بالکل الٹ دیا، دین کو سرے سے بدل دیا،

① مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسوية القبر: ۹۶۹۔

زیارت کا اصلی مقصد شرک بنالیا لہذا میت سے اور میت کے واسطے سے دعا کی جاتی ہے، اسی کے توسل سے اپنی ضروریات مانگی جاتی ہیں، ان کے واسطے سے برکت نازل کروائی جاتی ہے، دشمنوں کے خلاف اپنی نصرت کی دعا کی جاتی ہے، وغیرہ، نعوذ باللہ من کل ذالک ان سب حرکات کی وجہ سے یہ لوگ اپنے آپ اور میت کو فائدہ پہنچانے کی بجائے الناقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس میں اگر کچھ بھی نہ ہو تو پھر بھی شریعت اسلامیہ کی برکت سے محرومی تو ہو ہی جاتی ہے۔^①

حرف آخر:

اب یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ مقابر و مزارات پر نذر و نیاز چڑھانا اور قربانی کرنا شرک اکبر ہے اور اس کا اصلی سبب قبر سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی شریعت اور عمل کی مخالفت ہے، آپ ﷺ نے قبروں پر تعمیر سے منع فرمایا ہے، ان پر مسجد بنانے سے روکا ہے، اس لیے کہ جب ان پر قبے بنائے جائیں گے یا لوگ نماز پڑھنے لگیں گے تو اس سے جاہل لوگ یہ سمجھیں گے کہ اہل قبور نفع اور نقصان پہنچاتے ہیں اور جو ان سے مدد چاہے وہ اس کی مدد کرتے ہیں، جو ان کے پاس جائے وہ اس کی ضروریات پوری کرتے ہیں یہ سوچ کر یہ جاہل لوگ خوب نذر و نیاز پیش کرتے ہیں، جن کی وجہ سے یہ قبریں آج بت کی شکل اختیار کر چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آج انہی کی عبادت کی جا رہی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَ نَسًا یُعْبَدُ))^②

”اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنا نا کہ جس کی پرستش کی جائے۔“

رسول اللہ ﷺ نے یہ اس لیے فرمایا تھا کہ بہت سی قبروں کا ایسا حال ہونے والا تھا،

① اغاثۃ المہفان (۱/۲۱۴-۲۱۷)۔

② مؤطا (۸۵) تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد : ص ۱۷۔

آج عالم اسلام کا جو حال ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے جو دعا کی تھی اس کی برکت سے آپ ﷺ کے روضہ اطہر کو اللہ تعالیٰ نے شرک کے شائبہ تک سے بچا رکھا ہے، اگرچہ آج بھی بعض جہلا و اہل خرافات آپ ﷺ کی ہدایات کی مخالفت کر ڈالتے ہیں لیکن روضہ اطہر تک نہیں پہنچ پاتے، اس لیے کہ آپ ﷺ کا روضہ اطہر آپ کے گھر میں ہے، وہ مسجد میں نہیں ہے اس کے چاروں طرف دیواریں چن دی گئی ہیں، جیسے کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنے شعر میں فرمایا:

”رب العالمین نے آپ کی دعا قبول کر لی اور اس کو دیواروں سے گھیر دیا ہے۔“



فصل چہارم

مجسموں اور یادگار نشانیوں کی تعظیم

مجسمہ کسے کہتے ہیں؟ تماثل، تمثال کی جمع ہے جس کے معانی مجسمہ کے ہیں، اس سے مراد انسانی، حیوانی یا دیگر (ذی روح) جاندار کی شکل کا مجسمہ ہے اور نصب، نصبتہ کی جمع ہے جس کے معنی نشانی، جھنڈا اور پتھر کے ہیں، مشرکین عرب ان نشانیوں کے پاس قربانی کیا کرتے تھے، یادگار نشانیوں سے مراد وہ انسانی مجسمے ہیں جو مختلف میدانوں اور سڑکوں کے کنارے کسی لیڈر یا عظیم شخص کی یادگار میں نصب کیے جاتے ہیں۔

جاندار کی تصویر کی ممانعت اور قوم نوح:

رسول اللہ ﷺ نے جاندار کی تصویر بنانے سے منع فرمایا ہے۔ خاص طور پر معزز اشخاص جیسے علمائے کرام، شاہان عظام، زاہدان باصفا، روسائے مملکت و زعمائے اصلاح وغیرہم، چاہے تصویر کسی سختی، کاغذ، دیوار یا کپڑے پر ہاتھ سے بنائی گئی ہو یا پھر آج کل کے کیمرے کی مدد سے، کسی چیز پر کندہ کی گئی ہو یا مجسمہ کی شکل میں بنائی گئی ہو ہر صورت میں یہ حرام ہے، اسی طرح آپ ﷺ نے دیوار وغیرہ پر تصویر لگانے، کسی جگہ مجسمہ قائم کرنے یا بطور یادگار اسے رکھنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ یہ شرک کا ذریعہ بنتا ہے، پہلا شرک جو اس سر زمین میں واقع ہوا ہے اس کی وجہ تصویر اور مجسمہ ہی ہے وہ اس طرح کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں کچھ نیک لوگ تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں کو بڑا غم ہوا، لہذا شیاطین نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مجسمے نصب کر دو اور ان پر ان کا نام لکھ دو۔ لہذا انھوں نے ایسا ہی کیا، لیکن وہ مجسمے اس

وقت پوجے نہیں جاتے تھے، یہاں تک کہ جب وہ نسل ختم ہوگئی اور لوگ ان نشانیوں کی حقیقت بھول گئے تو پھر ان کی پرستش شروع ہوگئی، پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا اور انھوں نے لوگوں کو ان مجسموں کی وجہ سے پیدا ہونے والے شرک سے روکا تو لوگوں نے ان کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور وہ انھی نصب کردہ مجسموں کی عبادت پر مصر رہے جو بعد میں بت بن گئے۔ آیت کریمہ ہے:

﴿ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴾ (نوح: ۲۳)

”اور وہ کہنے لگے: اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔“

تصویر دروازہ شرک ہے:

یہ ان لوگوں کے نام ہیں جن کے مجسمے بنائے گئے تھے، تاکہ ان کی یاد باقی رہے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت قائم رہے، ہمیں عبرت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے کہ آخر کار ان مجسموں کو نصب کرنے کا انجام کیا ہوا؟ لوگ شرک میں مبتلا ہو گئے، اللہ تعالیٰ کی، انبیا اور رسولوں کی نافرمانی کی، جس کے سبب وہ طوفان سے ہلاک ہو گئے، اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک وہ معتب و مغضوب ہوئے، اس نتیجے سے تصویر کھنچوانے اور مجسمے نصب کرنے کے خطرہ کو معلوم کیا جاسکتا ہے، اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے تصویر کھینچنے والوں یا بنانے والوں پر لعنت بھیجی ہے اور یہ خبر دی ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن سب سے زیادہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے، لہذا آپ ﷺ نے تصویریں منانے کا حکم دیا اور یہ خبر دی کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو اور یہ سب کچھ تصویر کی خطرناکی اور اس کے فتنہ و فساد اور امت مسلمہ کے عقیدہ میں اس سے بگاڑ پیدا ہونے کی وجہ سے ہے، اس طرح کے مجسمے پارک میں نصب کیے جائیں، سڑک پر یا عام میدانوں میں، یہ ہر حال میں شریعت کے

نزدیک حرام ہیں، اس لیے کہ یہ چیز باعث شرک اور عقیدہ کے فساد کی بنیاد ہے۔

اگر آج کفار اس طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں تو دراصل ان کے پاس تو کوئی عقیدہ نہیں جس کی وہ حفاظت کریں لیکن ہم مسلمانوں کو ان کے ان مشرکانہ اعمال کی نقل نہیں کرنا چاہیے، اس لیے ہمارے پاس عقیدہ و ایمان ہے جو ہماری قوت کا سرچشمہ ہے۔



دین کا مذاق اڑانے اور مقدسات کے مرتکب توہین کا حکم

دین سے مذاق کفر ہے:

دین کا مذاق اڑانے اور استہزا کرنے والا مسلمان مرتد ہو جاتا ہے اور دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِبَاللّٰهِ وَاٰتِیْهِ وَّرَسُوْلِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَدِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ
بَعْدَ اٰیْمَانِكُمْ ﴾ (التوبة: ۶۵-۶۶)

”کہو کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے، بہانے مت بناؤ، تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔“

اس آیت کریمہ سے صاف واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کفر ہے، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مذاق کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور نشانیوں کے ساتھ مذاق کفر ہے جو شخص بھی ان امور میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی مذاق کرے گا وہ مذکورہ بالا تمام امور سے مذاق کرنے والا شمار ہوگا۔ منافقوں کا وتیرہ ہی یہی تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے یہ آیت کریمہ اتری، اس لیے کہ ان امور میں ایک کا مذاق اڑانا دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہے، لہذا جو لوگ توحید باری تعالیٰ کو مذاق کا نشانہ بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر مردوں کو پکارنے کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے

ہیں، پھر جب توحید کا حکم دیا جاتا ہے اور شرک سے روکا جاتا ہے تو بھی اس کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَ إِذَا رَأَوْكَ إِِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۝
 اِنْ كَادَ لَيُضِلَّنَا عَنْ آلِهَتِنَا ﴾ (الفرقان : ۴۱-۴۲)

”اور یہ لوگ جب تم کو دیکھتے ہیں تو تمہاری ہنسی اڑاتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے جس کو اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، اگر ہم اپنے معبودوں کے بارے میں ثابت قدم نہ رہتے تو یہ ضرور ان سے ہم کو ہٹا دیتا۔“

مذاق کا باعث غیر اللہ کی عقیدت ہے:

لہذا رسول اللہ ﷺ نے جب انھیں شرک سے منع فرمایا تو وہ رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑانے لگے، اس زمانہ سے لے کر آج تک مشرکین برابر انبیائے کرام کی عیب جوئی کرتے ہیں، انھیں بے وقوف، گمراہ اور پاگل کے القاب سے نوازتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ وہ انھیں توحید کی دعوت دیتے ہیں، دراصل ان کے دلوں میں شرک کی عظمت بیٹھی ہوئی تھی اسی طرح ان لوگوں میں جو مشرکین سے قریب ہیں یہی چیز پاؤ گے، انھیں بھی جب توحید کی دعوت دی جاتی ہے تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں، اس لیے کہ ان کے دل میں بھی عظمتِ شرک گھر کر چکی ہے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِندَادًا يُحِبُّوهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ﴾

(البقرة : ۱۶۵)

”اور بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر اللہ کو (اللہ کا) شریک بناتے اور ان سے اللہ کی سی محبت کرتے ہیں۔“

لہذا اگر کوئی شخص اللہ کے بجائے کسی مخلوق کو اسی طرح چاہنے لگے جس طرح اللہ کو چاہا جاتا ہے تو وہ مشرک ہے اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے ساتھ محبت میں ہمیں فرق کرنا ہوگا،

لہذا جن لوگوں نے مقابر و مزارات کو بت بنا لیا ہے انھیں دیکھو گے کہ وہ توحید باری تعالیٰ اور اس کی عبادت کا مذاق اڑاتے ہیں اور جن غیر اللہ کو اپنے لیے سفارشی بنا رکھا ہے ان کی بے حد تعظیم کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھا سکتا ہے، لیکن اس کی جرأت نہیں کر سکتا کہ اپنے شیخ کے نام کی جھوٹی قسم کھالے، ان میں سے اکثر کے ذہنوں میں یہ عقیدہ بیٹھا ہوا ہے کہ شیخ سے مدد چاہنا، چاہے وہ اس کی قبر کے پاس ہو یا کسی دوسری جگہ پر زیادہ مفید اور کارآمد ہے مسجد میں صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگنے سے، اسی عقیدہ کی وجہ سے توحید کی طرف جھکنے والوں کا یہ مذاق اڑاتے ہیں، ان میں سے بہت تو ایسے ہیں جو مسجدوں کو گراتے ہیں اور درگاہوں کی تعمیر کرتے ہیں، ان کو آباد کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ صرف اس لیے کہ اللہ تعالیٰ، اس کی نشانیوں اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑایا جائے اور شرک کی تعظیم کی جائے۔^①

آج جتنے بھی قبر پرست ہیں سب کے سب اس میں مبتلا ہیں۔



مذاق و استہزاء کی قسمیں

مذاق کی دو قسمیں ہیں صریح اور غیر صریح

مذاق صریح:

یعنی کھلا مذاق یہ ایسے مذاق کرنے والے ہیں جن کے سلسلہ میں آیت کریمہ نازل ہو چکی ہے، مثلاً ان کا یہ کہنا کہ ہم نے اپنے علما کی طرح خوش خوراک، جھوٹے اور جنگ کے وقت بزدل نہیں دیکھے یا اسی طرح کے دیگر جملے جو مذاق کرنے والے عموماً دہرایا کرتے ہیں، اسی طرح بعض کا یہ کہنا کہ یہ تمہارا دین پانچواں دین ہے یا کسی کا کہنا کہ تمہارا دین جھوٹا دین ہے۔

اسی طرح جب نیکی کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے ان کے پاس آتے ہیں تو وہ بطور مذاق کہتے ہیں: لو تمہارے دینی بھائی آگئے۔ اس طرح کے ہزاروں طریقے ہیں جن کے ذریعہ وہ دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ پھر جن کے مذاق پر آیت کریمہ نازل ہوئی ہو اس کی شاعت کا کیا کہنا وہ تو نہایت قبیح اور مجرمانہ ہے۔

غیر صریح مذاق:

غیر صریح یعنی ڈھکا چھپا اور کنایہ و اشارہ میں کیا گیا مذاق۔ یہ وہ سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں جیسے آنکھ کا اشارہ، زبان نکالنا، ہونٹ پھیلانا، تلاوت کلام پاک یا سنت نبوی کے پڑھنے یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وقت ہاتھ کا دباننا وغیرہ اس طرح کے مذاق کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

میں یہ کلمات بھی داخل ہیں۔ ”اسلام بیسویں صدی کے لیے موزوں نہیں۔“ ”یہ تو قرون وسطیٰ کے لیے صحیح تھا۔“ ”اسلام تخلف و رجعت پسندی کی علامت ہے۔“ ”حدود و سزاکے معاملہ میں اس میں بہت ہی زیادہ سختی، سنگ دلی اور سربریت ہے۔“ ”اسلام نے عورتوں پر ظلم کیا ہے، اس کے حقوق ادا نہیں کیے، اس لیے کہ اس نے طلاق کو جائز قرار دیا ہے اور تعدد زوجات (متعدد بیوی رکھنے) کو جائز قرار دیا ہے۔“ اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ ”آج کا انسانی قانون لوگوں کے لیے اسلامی قانون سے بہتر ہے۔“ اسی طرح جو لوگ توحید کی طرف بلا تے ہیں، قبر پرستی و شخصیت پرستی سے روکتے ہیں ان کے بارے میں یہ کہنا کہ ”یہ انتہا پسند ہیں یا مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔“ یا پھر ”یہ وہابی ہیں“ یا ”یہ پانچویں مذہب کے پیروکار ہیں۔“ اسی طرح کے ہزاروں اقوال ہیں جو سب کے سب دین، اہل دین اور عقیدہ صحیحہ کے ساتھ مذاق و استہزا ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

اسی طرح کسی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے والے کو بھی مذاق کا نشانہ بنایا جاتا ہے، جیسے وہ کہتے ہیں، بالوں میں دین نہیں ہے، یعنی داڑھی کے ساتھ مذاق کے طور پر یہ کہا جاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔



اللہ کی شریعت کی بجائے دوسرے قوانین کے

مطابق فیصلہ دینا

اختلاف کے وقت صحیح طرز عمل:

اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی عبادت کا تقاضا ہے کہ ہم اس کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں، اس کی نازل کردہ شریعت سے خوش ہوں اور اقوال و افعال، اصول و فروع، لڑائی جھگڑے، اموال و انفس کے معاملات اور دیگر تمام حقوق میں اختلاف کے وقت ہم صرف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کریں، اللہ تعالیٰ ہی حاکم اعلیٰ ہے اور فیصلہ کے وقت اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے، لہذا احکام و شاہان مملکت کو بھی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو حکم نازل فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت میں جو کچھ فرمایا ہے وہ اسی کے مطابق فیصلہ کریں۔

حکمرانوں کے لیے حکم:

حکمران طبقہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ

النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ﴾ (النساء: ۵۸)

”اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب

لوگوں میں فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے کیا کرو۔“

رعایا کے لیے راہ عمل:

رعیت کے حق میں فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء: ۵۹)

”مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی، اور اگر کسی بات پر تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو، یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔“

قوانین اسلام اور کفر کی یکجائی ناممکن ہے:

پھر واضح فرمادیا کہ ایمان اور شریعت کو چھوڑ کر دوسرے قوانین کے مطابق فیصلہ کروانا

ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ وَمَا أَنْزَلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ (النساء: ۶۰)

”کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ جو (کتاب) تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش کے پاس لے جا کر (اس کا) فیصلہ کرائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس سے اعتقاد نہ رکھیں اور شیطان (تو یہ)

چاہتا ہے کہ اس کو بہکا کر رستے سے دور ڈال دے۔“

تو انین کفر کے مطابق فیصلہ چاہنے والا:

فرمایا:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا

فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ (النساء: ۶۵)

”تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے نہ مان لیں تب تک مومن نہیں ہو سکتے۔“

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے بہت ہی سختی کے ساتھ ان لوگوں کے ایمان کی نفی کر دی ہے جو شریعت کے علاوہ دوسرے خود ساختہ قوانین سے راضی ہیں اور ان کو تسلیم کر لیتے ہیں، اسی طرح ان حکمرانوں کو کفر، ظلم اور فسق سے متصف کیا گیا ہے۔

﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾

(المائدة: ۴۴)

”اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔“

﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾

(المائدة: ۴۵)

”اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں۔“

﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ﴾

(المائدة: ۴۷)

”اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے گا تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق حکومت کرنا اور اسی کے مطابق فیصلہ کرنا اور تمام نزاعات و اختلافات میں اسی کو حکم بنانا فرض ہے، علما کے مابین اجتہادی اختلافات میں بھی اس کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔ اجتہادی مسائل میں سے جو قرآن و سنت کے موافق ہوں وہی قبول کیے جاسکتے ہیں، اس سلسلہ میں کسی طرح کا تعصب اور کسی امام یا مذہب کی طرف داری قابل قبول نہ ہوگی، اس طرح پرسنل لاہی میں نہیں جیسا کہ بعض ممالک میں رائج ہے بلکہ تمام حقوق، مسائل و مشکلات اور مقدمات میں اسی کے مطابق فیصلہ کرنا ہوگا اس لیے کہ اسلام ایک ایسی مکمل اکائی ہے جس کو الگ الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ (البقرة: ۲۰۸)
 ”مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔“

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿اَفْتُوْهُمْ مِّنْ وَّرَآءِ الْكُتُبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضِ﴾ (البقرة: ۸۵)
 ”کیا (بات ہے) تم کتاب (اللہ) کے بعض احکام تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کیے دیتے ہو۔“

مسلمانوں کے لیے راہ عمل:

اسی طرح تمام مذاہب کے تبعین پر ضروری ہے کہ اپنے ائمہ کے اقوال کو کتاب و سنت کی کسوٹی پر رکھ کر پرکھیں، جو کتاب و سنت کے موافق ہوں انھیں لے لیں اور جو کتاب و سنت کے مخالف ہوں انھیں بلا کسی تعصب و طرف داری کے رو کر دیں، خاص طور پر عقیدہ کی

چیزوں میں، اس لیے کہ خود ائمہ کرام نے اس کی وصیت کی ہے اور تمام مذاہب کے ائمہ نے یہی کہا ہے، لہذا آج جو ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کا پیروکار نہیں ہو سکتا، چاہے ان کی نسبت ان کی طرف کیوں نہ ہو، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اِتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾ (التوبة: ۳۱)

”انہوں نے اپنے علماء و مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا رب بنا لیا۔“

یہ آیت کریمہ صرف نصاریٰ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر اس فرد و جماعت پر صادق آتی ہے جو نصاریٰ جیسے عمل کا مرتکب ہوتا ہے، لہذا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول ﷺ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی شریعت و قانون کو چھوڑ کر عصری وضعی قوانین کا سہارا لے گا اور شریعت کو چھوڑ کر خواہشات نفس پر عمل کرے گا تو وہ اسلام و ایمان کا جو اپنی گردن سے اتار پھینکنے والا ہوگا، اگرچہ اس کو یہ گمان ہو کہ وہ مومن ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے اعمال کی سخت نکیر کی ہے اور ایسے افراد کے ایمان کو باطل قرار دیا ہے، آیت کریمہ میں لفظ ”یزعمون“ استعمال ہوا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ ایسے لوگوں کے ایمان کی نفی کی جا رہی ہے، اس لیے یہ لفظ غلط دعویٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس حقیقت کا اظہار ایک دوسری آیت سے ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَدْ اُمِرُوا اَنْ يَّكْفُرُوا بِهٖ ﴾ (النساء: ۶۰)

”حالانکہ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اس کا انکار کریں۔“

انکار طاعت و توحید کا رکن ہے:

اس لیے کہ طاعت کو جھٹلانا، اس کا انکار کرنا توحید کا ایک باقاعدہ رکن ہے۔ آیت کریمہ ہے:

﴿ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَ يُوْمِنُ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ

الْوُثْقٰى ﴾ (البقرة: ۲۵۶)

”تو جو شخص بتوں سے انکار کرے، اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑ لی ہے۔“

اگر بندہ مومن کے اندر یہ رکن توحید نہیں تو پھر وہ موحد نہیں، توحید ہی ایمان کی بنیاد ہے، جس کے وجود سے سارے اعمال درست ہوتے ہیں اور جس کی عدم موجودگی سے تمام اعمال خراب اور فاسد ہو جاتے ہیں۔

وہ اس لیے کہ طاعت کے پاس فیصلہ لے جانا، یا اس کا حکم ماننا دراصل اس پر ایمان لانا ہے، شریعت الہی کے علاوہ کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کروانے سے جب ایمان کی نفی ہو جاتی ہے تو اس سے یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہیے کہ شریعت الہی کو حکم بنانا، اس کے فیصلہ کو ماننا یہ ایمان، عقیدہ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، اس پر عمل کرنا ہر مسلم پر ضروری ہے، اسی طرح یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ شریعت کے حکم کو صرف اس لیے ماننا کہ یہ لوگوں کے فائدہ میں ہے یا اس میں کوئی مصلحت یا امن و سلامتی کی ضمانت ہے، سراسر غلط ہے۔ آج بعض لوگ شریعت کی بات صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ دیگر تمام نظام ہائے زندگی سے عاجز آچکے ہیں، جب کہ شریعت کے نفاذ کا مقصد اصلی عبادت ہے اور یہ لوگ اس کے اس پہلو کو بھول جاتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود ایسے لوگوں کو برا کہا ہے جو اپنی ذاتی مصلحت یا فائدہ کے لیے شریعت کی پناہ لیتے ہیں اور اس کے عبادت و قربت کے پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٤٨﴾ وَإِنْ يَكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾﴾ (النور: ۴۸-۴۹)

”اور جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ (رسول اللہ) ان کا جھگڑا نمٹا دیں تو ان میں سے ایک فرقہ منہ پھیر لیتا ہے اور اگر (معاملہ) حق (ہو)

اور ان کو (فائدہ پہنچتا) ہو تو ان کی طرف مطیع ہو کر چلے آتے ہیں۔“

اس طرح کے لوگ انھیں چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں جنہیں وہ چاہتے ہیں۔ خواہشات نفسانی کی پیروی ہی ان کا مذہب ہے اور جو ان کی خواہشات کے خلاف ہوتا ہے اس سے اعراض کرتے ہیں، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے اور نہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنا فیصلہ اور مسئلہ لے جاتے ہیں۔



خود ساختہ قوانین کے مطابق فیصلہ دینے والے حج کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾

(المائدہ : ۴۴)

”اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں صاف طور پر واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ کسی دوسرے نظام یا قانون کے حکم کو ماننا سراسر کفر ہے اور یہ کفر کبھی تو کفر اکبر تک جا پہنچتا ہے جس سے انسان دائرہ ملت اسلامیہ ہی سے نکل جاتا ہے اور کبھی یہ کفر اصغر ہوتا ہے جس سے انسان دائرہ ملت سے نہیں نکلتا، اب اس کا فیصلہ کہ اس نے کفر اکبر کا ارتکاب کیا ہے یا کفر اصغر کا؟ اس کی حالت دیکھ کر کیا جائے گا، اگر اس شخص کا اعتقاد ہو کہ شریعت کا حکم ماننا واجب نہیں بلکہ اس میں اس کو اختیار حاصل ہے کہ جس کا چاہے حکم مانے یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم و شریعت کی توہین کرتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ دوسرے قوانین اور نظام ہائے زندگی اسلامی شریعت سے بہتر ہیں اور شریعت اسلامی موجودہ دور کے لیے موزوں نہیں ہے یا پھر کفار و منافقین کی رضا مندی اور خوشنودی کے لیے انسانوں کے بنائے

ہوئے قوانین و نظام کے دامن میں پناہ لیتا ہے تو یہ کفر اکبر ہے، لیکن اگر اس کا اعتقاد ہو کہ اللہ کی شریعت کو نافذ کرنا فرض ہے اور اس سلسلہ میں اس کو پورا علم بھی ہے، اس کے باوجود اسے وہ نافذ نہیں کرتا لیکن اس کی پاداش میں اپنے آپ کو مستحق سزا بھی سمجھتا ہے تو ایسا شخص گناہ گار اور کافر ہوگا لیکن اس کا کفر کفر اصغر ہوگا۔

ناواقف مگر مجتہد شخص کا حکم:

لیکن اگر ایک شخص شریعت سے ناواقف ہے اور اسے معلوم کرنے کے لیے امکان بھر محنت و کوشش کرتا ہے پھر وہ غلط فیصلہ دے دیتا ہے تو ایسے شخص کو خطا یا خطا کار کہا جائے گا، اس کی محنت و کوشش اور اجتہاد کا حسن نیت کی وجہ سے ایک اجر ملے گا اور اس کی غلطی کو معاف کر دیا جائے گا، ایسا کسی خاص مسئلہ ہی میں ہوگا لیکن عام مسائل و معاملات میں مسئلہ اس کے برعکس ہوگا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مجموع الفتاویٰ میں فرماتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ شریعت کے مطابق فیصلہ اور اس کی پیروی واجب نہیں وہ کافر ہے لہذا اگر کوئی شخص لوگوں کے معاملہ میں شریعت سے ہٹ کر ایسے قانون کے مطابق فیصلہ دیتا ہے جسے وہ عادلانہ قانون سمجھتا ہے تو وہ بھی کافر ہے اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہر مذہب و ملت عموماً منصفانہ فیصلہ کا حکم دیتے ہیں، کبھی یہ عدل و انصاف کسی دین میں موجود ہوتا ہے اور اس دین کے اکابر اسی کا حکم دیتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسلام کی طرف منسوب مسلمان اپنی عادات کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں یعنی اپنے آبا و اجداد کے فیصلوں کو دیکھ کر ویسا ہی فیصلہ کر دیتے ہیں، اس طرح کے امرائے سلطنت کا عام اعتقاد ہوتا ہے کہ عوام کے جذبات کا خیال رکھ کر ہی فیصلہ کرنا چاہیے تاکہ لوگ اس سے متنفر نہ ہوں، یہ بھی سراسر کفر ہے آج بہت سے لوگ اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن کتاب و سنت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے بلکہ فیصلہ کے وقت

لوگوں کے یا اپنے آبا و اجداد کی روش کو دیکھتے ہیں، انہیں اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا واجب ہے لیکن پھر بھی وہ شریعت کے خلاف فیصلہ کو اپنے لیے جائز سمجھ لیتے ہیں، ایسے لوگ بھی کافر ہیں۔



قانون سازی کس کا حق ہے؟

خالق ہی قانون ساز ہے: ان احکام و قوانین کو وضع کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جن پر بندوں کی صلاح و فلاح کا دار و مدار ہے۔ عبادات، معاملات اور زندگی کے تمام شعبے جن کے مطابق چلتے ہیں اور جن کے ذریعہ بندوں کے باہمی لڑائی جھگڑے اور تنازعات کے فیصلے کیے جاتے ہیں ایسے تمام قوانین بنانے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِلٰهَ الْخَلْقِ وَ الْاَمْرِ تَبْرَكَ اللهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴾ (الاعراف: ۵۴)
 ”دیکھو! سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم (بھی اسی کا ہے) یہ اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔“

چونکہ وہی جانتا ہے کہ اس کے بندہ کے لیے کیا چیز مفید ہے؟ لہذا اسی کے مطابق وہ ان کے لیے احکام وضع کرتا ہے اور چونکہ وہ سب کا رب ہے اس لیے رب ہونے کے ناتے قانون سازی کا حق بھی اسی کو پہنچتا ہے اور چونکہ تمام بندے اس کے غلام ہیں اس لیے ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری ضروری ہے، اس کے احکامات کی پیروی کا پورا فائدہ انہی کی طرف لوٹتا ہے۔

اختلاف میں مسلمان کیا کرے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ (النساء: ۵۹)

”اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو، یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔“

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي ﴾

(الشوری: ۱۰)

”تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف (سے ہوگا) یہی اللہ میرا پروردگار ہے۔“

قانون پر راضی غیروں کے!

اللہ تعالیٰ نے اس کی سخت گرفت فرمائی کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو قانون ساز مانے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ ﴾

(الشوری: ۲۱)

”کیا ان کے وہ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔“

لہذا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی شریعت کے علاوہ کوئی دوسری شریعت قبول کرتا ہے وہ شرک کرتا ہے، عبادات میں سے جو عبادت اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے مشروع نہیں وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ أَحَدَتْ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))^①

”اگر کوئی ہمارے اس معاملہ (دین) میں ایسی نئی بات پیدا کرے گا جو اس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔“

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))^②

”اگر کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ عمل مردود ہے۔“

اور سیاسی و انتظامی معاملات میں اگر شریعت الہی سے ہٹ کر کام کیا جائے تو وہ طاغوتی اور جاہلی حکومت ہوگی..... ع

”جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَفْحُكَمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَ مَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴾

(المائدة: ۵۰)

”کیا یہ زمانہ جاہلیت کے حکم کے خواہش مند ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لیے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟“

حلال حرام متعین کرنا انسان کا منصب نہیں:

اسی طرح حلال و حرام قرار دینے کا حق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس معاملہ میں وہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہو، ارشاد الہی ہے:

① بخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحو اعلی صلح جور فالصلح مردود: ۲۶۹۷۔

② احمد: ۱۴۶۱۶۔ أبو عوانة: ۱۸۱۴۔

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَ إِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُؤْخِطَ إِلَىٰ أَوْلِيَٰهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴾
(الانعام: ۱۲۱)

”اور جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ کہ اس کا کھانا گناہ ہے اور شیطان (لوگ) اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم لوگ ان کے کہے پر چلے تو بے شک تم بھی مشرک ہوئے۔“

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے شیاطین اور ان کے حواریوں کی اطاعت کو حلت و حرمت کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھلا شرک قرار دیا ہے اسی طرح حلت و حرمت کے معاملہ میں علما اور امرا کی اطاعت و پیروی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو رب اور حاجت روا بنانے کے مترادف ہے، ارشاد الہی ہے:

﴿ اتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ (التوبة: ۳۱)

”انھوں نے اپنے علما و مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا اللہ بنا لیا، حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔“

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی گزارش:

بخاری شریف میں آیا ہے کہ اس آیت کریمہ کو آپ ﷺ نے حضرت عدی بن حاتم الطائی کے سامنے پڑھا تو حضرت عدی بن حاتم الطائی نے عرض کیا:

”اے اللہ کے رسول! ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا

وہ جن حرام چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں ان کو حلال اور جن حلال چیزوں کو وہ حرام قرار دیتے ہیں ان کو تم حرام نہیں سمجھتے؟ حضرت عدی نے عرض کیا جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا یہی ان کی عبادت و پرستش ہے۔“

اس سے پتا چلتا ہے کہ احکام الہی کو چھوڑ کر حلت و حرمت کے معاملہ میں ان کی اطاعت اور پیروی کرنا دراصل ان کی عبادت کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھلا شرک ہے، یہ شرک اکبر ہے جو توحید کے سراسر خلاف ہے، اس لیے کہ توحید کے معنی ہیں لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا اور اس اقرار کا مطلب یہ ہے کہ چیزوں کو حلال و حرام قرار دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، جب حقیقت یہ ہے تو پھر جو شخص حلال و حرام کے معاملے میں اپنے علماء و مشائخ کی پیروی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کی مخالفت کرتا ہے اگرچہ علمائے کرام دین کی سمجھ بوجھ میں بہت درک رکھتے ہیں اور اجتہاد میں ان سے کوئی غلطی ہو جائے اور حق تک ان کی رسائی نہ ہو سکے پھر بھی ان کو ایک اجر ملے گا، اس سب کے باوجود ان کی اطاعت و پیروی جائز نہیں تو پھر ان خود ساختہ قوانین کی پیروی کیسے جائز ہوگی جو کفار و ملحدین کے وضع کردہ ہیں، جو باہر سے منگائے گئے ہیں اور عالم اسلام اور وہاں کے مسلم عوام پر زبردستی تھوپے گئے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اس طرح تو اللہ تعالیٰ کے بجائے کفار و ملحدین کو ارباب من دون اللہ (اللہ کے سوا غیر کو رب) بنایا جاتا ہے، جو ان کے لیے احکام و قوانین وضع کرتے ہیں، حرام چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور بندوں پر حکومت کرتے ہیں۔



نفس منتم

www.KitaboSunnat.com

مخدانہ تحریکیں

مخدانہ تحریکوں اور جاہلی جماعتوں کی طرف انتساب کا حکم:

② مخدانہ تحریکوں جیسے کمیونزم، سیکولرزم، سرمایہ داری وغیرہ، جو سراسر کفر و الحاد پر مبنی ہیں ان کی طرف انتساب مذہب اسلام سے ارتداد ہے۔ ان تحریکوں کی طرف انتساب کرنے والا شخص اگر اسلام کا دعویٰ کرتا ہے تو یہ نفاق اکبر ہے، اس لیے کہ منافقین بھی ظاہری طور پر اپنا انتساب اسلام کی طرف کرتے تھے لیکن اندرونی طور پر وہ کافروں کے ساتھ ہوتے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيْطَانِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ﴾ (البقرة: ۱۴)

”اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو (ان سے) کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ہم پیروان محمد سے توہنی کیا کرتے ہیں۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعُكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

(النساء: ۱۴۱)

”اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کو فتح نصیب ہو تو ان سے کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے نہیں تھے اور تم کو مسلمانوں کے ہاتھ سے بچایا نہیں؟“

منافق کے دورخ ہیں:

اس طرح کے دھوکا باز منافقوں کے ہمیشہ دورخ ہوتے ہیں، ایک رخ سے وہ مومنوں سے ملتے ہیں اور دوسرے رخ سے اپنے لحد بھائیوں کی طرف پلٹ جاتے ہیں ان کی دو زبانیں ہوتی ہیں، ایک کے ذریعہ مسلمانوں سے شناسائی پیدا کرتے ہیں اور دوسری کے ذریعہ پوشیدہ راز کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ إِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ﴾ (البقرة: ۱۴)

”یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو (ان سے) کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ہم پیروان محمد سے تو ہنسی کیا کرتے ہیں۔“

یہ کتاب و سنت سے ہمیشہ گریز کرتے ہیں۔ کتاب و سنت والوں کا مذاق اڑاتے ہیں، ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، کتاب و سنت کے احکام کی پیروی سے انھیں چڑ ہے شریعت سے ان کو ازلی دشمنی ہے، یہ اپنے دنیاوی علوم و فنون اور نظام ہائے زندگی سے بہت خوش ہیں، جبکہ ان وضعی قوانین سے کسی کو کوئی فائدہ اب تک نہیں پہنچا، اس گندے پانی میں جو جتنا اتر اتنا ہی وہ تکبر و غرور میں مبتلا ہوا ہے، لہذا انھیں تم ہمیشہ صریح طور پر کتاب و سنت کا مذاق اڑاتے ہوئے پاؤ گے:

﴿اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾ (البقرة: ۱۵)

”ان (منافقوں) سے اللہ ہنسی کرتا ہے اور انھیں مہلت دیے جاتا ہے کہ شرارت و سرکشی میں پڑے بہک رہے ہیں۔“

جبکہ اللہ تعالیٰ نے صراحت سے مومنوں کی طرف انتساب کا حکم دیا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴾ (التوبة: ۱۱۹)

”اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور راست بازوں کے ساتھ رہو۔“

مُحَدَثِ تَحْرِيكِيوں کا حال:

یہ مُحَدَثِ تَحْرِيكِيوں آپس میں دست بہ گریباں ہیں، اس لیے کہ ان کی بنیاد باطل اور فتنہ و فساد پر ہے، جیسے کمیونزم، اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتا ہے اور تمام آسمانی مذاہب و ادیان کو دنیا سے منانا چاہتا ہے، جو شخص اپنی دانست میں بلا عقیدہ جینا چاہتا ہے اور تمام بدیہی و عقلی علامات کا انکار کرتا ہے دراصل وہ اپنی عقل کا دشمن ہے اور اس سے کام لینا نہیں چاہتا۔ اسی طرح سیکولرزم بھی تمام مذاہب و ادیان کا انکار کرتا ہے اور مادیت پر اپنی بنیاد رکھتا ہے، جبکہ مادیت ایک ایسا مذہب ہے کہ حیوانی زندگی کے سوا جس کی کوئی غرض و غایت نہیں اور سرمایہ دارانہ نظام کا تو کہنا ہی کیا؟ اس کا سارا فلسفہ صرف مال جمع کرنے پر قائم ہے، چاہے وہ کسی طرح سے بھی آئے، اس میں حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں، فقرا مساکین اور کمزوروں پر یہاں کوئی رحم و رافت اور شفقت نہیں پھر اس کی معیشت و اقتصاد کا سارا دار و مدار سود کی لعنت پر ہے جبکہ سود کھانا اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرنا ہے، جس سے فرد و جماعت اور حکومت و ریاست سب کے سب تباہی و بربادی سے دوچار ہو جاتے ہیں، جو غریب قوموں کے خون چوسنے کا بہترین ذریعہ ہے، ان سب کے باوجود بھلا کون ایمان والا اور عقل والا ان تباہ کن اور باطل نظاموں اور فاسد تحریکوں کی طرف اپنا انتساب پسند

کرے گا؟ اور عقل و ذہن سے بچ کر اور زندگی کو شتر بے مہار سمجھ کر ان تحریکوں کا ساتھ دے گا اور ان کے لیے لڑے گا؟ آج جبکہ ہمارے عالم اسلام کے اکثر لوگوں کی زندگی میں صحیح دین داری و دینی ذہن کا فقدان ہے لہذا ان پر ان فاسد تحریکوں کا حملہ آور ہونا کوئی بعید نہیں۔ صحیح دین نہ ہونے کی وجہ ہی سے آج امت مسلمہ ذلت و بربادی کے مراحل سے گزر رہی ہے اور دیگر قوموں کی دم چھلہ بن کر رہ گئی ہے۔

ملحدانہ تحریکوں کی طرف انتساب کا حکم :

جاہلی قومی اور نسلی جماعتوں اور پارٹیوں کی طرف انتساب بھی کفر و ارتداد ہے اور مذہب اسلام کے خلاف بغاوت ہے، اس لیے کہ مذہب اسلام تمام نسلی و جاہلی نعروں کا شدت سے انکار کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۳)

”لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ا

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَىٰ عَصَبِيَّةٍ ، وَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَىٰ عَصَبِيَّةٍ ، وَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَىٰ عَصَبِيَّةٍ))^①

”وہ ہم میں سے نہیں جو عصبيت کی طرف بلائے، وہ ہم میں سے نہیں جو عصبيت

① ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی العصبية: ۵۱۲۱۔ یہ روایت ضعیف ہے۔ (غایة

المرام: ۳۰۴۔ ضعیف ابوداؤد: ۵۱۲۱۔

کے لیے لڑائی کرے، وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر فوٹ ہوا۔“

نیز فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عَصِيْبَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَ فَحَرَهَا بِالْأَبَاءِ، إِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ أَوْ فَاجِرٌ شَقِيٌّ، وَالنَّاسُ بَنُو آدَمَ وَ آدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ، وَ لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ إِلَّا بِالتَّقْوَى))^①

”اللہ تعالیٰ نے دور جاہلیت کی عصبیت کو ختم کر دیا ہے اور آبا و اجداد پر فخر کو مٹا دیا ہے، اب یا تو وہ متقی مومن ہوگا یا بد بخت فاجر، تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، فضیلت کا دار و مدار تقویٰ پر ہے۔“

دراصل یہ جماعتیں اور پارٹیاں مسلمانوں کے اندر تفرقہ ڈالتی ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نیکی اور تقویٰ پر اتحاد و اتفاق کا حکم دیا ہے اور افتراق و انتشار سے منع فرمایا ہے۔

اسلام اتحاد کا داعی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَ لَا تَفَرَّقُوا وَ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ﴾

(آل عمران: ۱۰۳)

”اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔“

① ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل الشام و الیمن: ۳۹۵۵۔

اللہ تعالیٰ ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت ہو جائیں، جو اللہ تعالیٰ کی کامیاب اور کامران جماعت ہو، لیکن آج عالم اسلام خاص طور پر یورپ کی سیاسی و ثقافتی یلغار کے بعد مختلف جاہلی، نسلی اور وطنی عصبیتوں کی لعنت میں مبتلا ہو گیا ہے اور ان لعنتوں کو ایک علمی مسئلہ، طے شدہ حقیقت اور ناگزیر صورت حال سمجھ کر تسلیم کر لیا گیا ہے، جہاں کے مسلم باشندے مغربی افکار کے اثرات سے متاثر ہو کر ان جاہلی عصبیتوں کی طرف تیزی سے بھاگنے لگے ہیں جن کو اسلام نے منادیا تھا اور ان کے نام لینے والوں، زندہ کرنے والوں اور ان پر فخر کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے اور سخت الفاظ میں اس کی مذمت کی ہے۔

اسلام سے پہلے والے عصبیتی دور کو اسلام نے جاہلی دور کہا ہے اور اب بھی وہ اسے اسی نام سے یاد کرتا ہے اور اس تاریک ترین دور سے نکالنے کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان گردانا ہے اور اس عظیم احسان و نعمت کا شکر ادا کرنے پر ان کو ابھارا ہے۔

من مانی کا نقصان:

آج مسلمانوں پر ضروری ہے کہ جب بھی جاہلی دور کا تذکرہ کریں تو ناپسندیدگی و کراہیت کے ساتھ اس کا تذکرہ کریں اور پسندیدگی سے اس کو نہ دیکھیں۔ کیا جیل میں سخت ترین سزا کاٹنے والے کے روٹے اس وقت کھڑے نہیں ہو جاتے جب اس کے سامنے جیل کا نام لیا جاتا ہے؟ اور کیا سخت ترین بیماری سے نجات پانے والا شخص اپنی بیماری کا تذکرہ کرتے ہی منہ نہیں بگاڑ لیتا؟ لہذا ہر ایک کے ذہن میں یہ بات ہونی چاہیے اور ہر مسلمان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں میں یہ گروہ بندیاں دراصل اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جنہیں اس نے اپنی شریعت و مذہب سے اعراض کرنے والوں اور اپنے دین سے بدگمان ہونے والے بندوں پر مسلط کر دیا ہے۔ فرمان الہی ہے:

﴿ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ
أَرْضِكُمْ أَوْ يَلْبَسَكُمْ شِيْعًا وَ يَبْدِلَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ﴾ (الانعام: ۶۵)

”کہہ دو کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔“

اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((وَمَا لَمْ تَحْكُمُ أَيْمَتَهُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ وَ يَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ))^①

”اور جب ان کے ائمہ کتاب اللہ سے حکم نہیں دیں گے اور اپنی مرضی سے فیصلے کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو آپس میں لڑادیں گے۔“

جماعتوں اور پارٹیوں کے تعصب سے حق دب جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہو شریعت سامنے سے ہٹ جاتی ہے جیسا کہ یہودیوں کے ہاں پیش آیا انہی یہودیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ امِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُوْمِنُ بِمَا أَنْزَلَ عَلَيْنَا وَ يَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ ﴾ (البقرة: ۹۱)

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) اللہ نے (اب) نازل فرمائی ہے اس کو تو مانو، تو کہتے ہیں کہ جو کتاب ہم پر (پہلے) نازل ہو چکی ہے ہم تو اسی کو مانتے ہیں (یعنی) یہ اس کے سوا اور (کتاب) کو نہیں مانتے، حالانکہ وہ (سراسر) سچی ہے۔ اور جو ان کی (آسانی) کتاب ہے اس کی بھی تصدیق کرتی ہے۔“

اہل جاہلیت کا بھی یہی حال تھا حق کو چھوڑ کر یہ اپنے آبا و اجداد کی روش پر پڑے ہوئے تھے اور ان کے نقش قدم سے سرمو انحراف کے لیے تیار نہیں تھے ان کے بارے میں

① ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات : ۴۰۱۹۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾

(البقرة: ۱۷۰)

”اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) اللہ نے نازل فرمائی ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ (نہیں) بلکہ ہم تو ایسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔“

آج کے جماعتی لوگ چاہتے ہیں کہ اپنی اپنی جماعت اور پارٹی کو اس اسلام کی جگہ پر لا کھڑا کریں جو تمام انسانیت پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔



زندگی کے متعلق دنیاوی نظریہ

آج زندگی سے متعلق دو طرح کے نظریے رائج ہیں، ایک مادی نظریہ، دوسرا اسلامی نظریہ، ان دونوں نظریوں کے آثار آج لوگوں کی زندگی میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

مادی نقطہ نگاہ اور اس کی حقیقت:

مادی نقطہ نگاہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان صرف اپنی دنیاوی و فوری لذتوں کے حصول کے پیچھے پڑا رہے اور اس کی ساری تگ و دو، حرکات و نشاط اسی ایک چیز پر مرکوز ہو کر رہ جائیں، اس سے آگے وہ کچھ سوچتا نہ ہو کہ خواہشات نفس اور لذت پرستی کے پیچھے اس طرح سے دوڑنے کا انجام کیا ہو سکتا ہے؟ اور اس کی بھی پروا نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو صرف آخرت کی کھیتی اور عمل کا گھر بنایا ہے اور آخرت کو جزا و سزا کا گھر بنایا ہے لہذا جو شخص بھی دنیاوی زندگی کو غنیمت جان کر اس میں نیک عمل کرتا ہے، وہ دنیا و آخرت دونوں جہاں کے فائدہ سے لطف اٹھاتا ہے اور جو اپنی دنیاوی زندگی کو ضائع کر دیتا ہے وہ اپنی آخرت کو بھی کھو دیتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةَ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴾ (الحج: ۱۱)

”دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی، یہی تو کھلا نقصان ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو یوں ہی نہیں بنایا ہے بلکہ ایک عظیم حکمت و مصلحت کے واسطے پیدا فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾

(المملک : ۲)

”اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھا عمل کرتا ہے۔“

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾

(الکھف : ۷)

”جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کے لیے باعث آرائش بنایا ہے تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھا عمل کرنے والا ہے؟“

دنیاوی نعمتیں امتحان ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس زندگی میں اموال و اولاد، جاہ و منزلت، اقتدار و منصب اور دیگر لذائذ میں سے ایسی ایسی عارضی خوشگوار نعمتیں اور ظاہری زیب و زینت کے سامان پیدا فرمائے ہیں جن کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ لہذا لوگوں میں کچھ کی نگاہ صرف ان نعمتوں اور زینتوں کی ظاہری شکل و صورت پر رہتی ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ ان سے لطف اندوز ہونے میں لگے رہتے ہیں اور ان کی پوشیدہ حکمتوں کے بارے میں نہیں سوچتے اور نہ ان کے غلط استعمال کے انجام کی پروا کرتے ہیں بلکہ وہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر آخرت کا سرے سے انکار ہی کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ﴾ (الانعام : ۲۹)

”اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری جو دنیا کی زندگی ہے بس یہی (زندگی) ہے اور ہم (مرنے کے بعد) پھر زندہ نہیں کیے جائیں گے۔“

ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سخت وعید سنائی ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آئِنَّا غَفْلُونَ ۝ أُولَٰئِكَ مَاؤُهُم النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾

(یونس : ۷-۸)

”جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اور وہ دنیا کی زندگی سے خوش اور اس پر مطمئن ہو بیٹھے ہیں اور ہماری نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیں ان کا ٹھکانا ان (اعمال) کے سبب جو وہ کرتے ہیں دوزخ ہے۔“

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَ بَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ (هود : ۱۵-۱۶)

”جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انھیں دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں (آتش جہنم) کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انھوں نے دنیا میں کیے سب برباد ہوئے اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع ہوا۔“

انسان حیوان نہیں کہ اس کا حساب نہ ہو:

اس وعید و پھنکار میں اس نظریہ کے جملہ حاملین شامل ہیں، چاہے وہ لوگ ہوں جو صرف حصول دنیا کے لیے اخروی اعمال کرتے ہیں جیسے منافقین اور ریاکار، یا اہل کفر و الحاد جو سرے سے آخرت اور اس کے حساب کتاب پر ایمان ہی نہیں رکھتے جیسے زمانہ جاہلیت میں عام لوگوں کا حال تھا یا پھر آج کل کے باطل و فاسد نظام ہائے زندگی، جیسے سرمایہ داری، کمیونزم، سیکولرزم، الحاد وغیرہ، زندگی کے سلسلہ میں ان کی نگاہ مادیت سے آگے نہیں

بڑھتی، وہ ہر چیز کو حیوانات و بہائم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ یہ بہائم سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ اس لیے کہ انھوں نے عقل و آگہی سے کام لینا چھوڑ دیا ہے اور اپنی پوری طاقت کو مادیت کے حصول ہی کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ اپنا سارا وقت ایسی چیزوں کے حصول کے لیے ضائع کرتے ہیں جو پائیدار نہیں اور اپنے اس انجام کے لیے کچھ نہیں کرتے جو ان کا انتظار کر رہا ہے اور جس سے کسی حال میں ان کو چھٹکارا نہیں۔ حیوانات سے اس لیے بدتر ہیں کہ حیوانات کا کوئی ایسا انجام نہیں جس کا انھیں انتظار ہو اور نہ ان کے پاس عقل و آگہی ہے برخلاف ان انسانی حیوانات کے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ﴾ (الفرقان: ۴۴)

”یہ تو چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔“

دنیا کا عالم مگر دین کا جاہل:

اس طرح کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے گنوار و جاہل اور ان پڑھ لوگوں سے متصف کیا ہے۔ فرمان الہی ہے:

﴿وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَفْلُونَ﴾ (الروم: ۶-۷)

”لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے یہ تو دنیا کی ظاہری زندگی ہی کو جانتے ہیں اور آخرت کی طرف سے غافل ہیں۔“

اس نظریہ کے حاملین میں سے بہت سے اگرچہ دنیاوی علوم و فنون کے ماہر ہوتے ہیں لیکن باطنی طور پر حقیقی اعتبار سے یہ جاہل و گنوار ہی ہوتے ہیں۔ علما کی صف میں ان کو داخل کرنا صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ ان کا علم دنیاوی زندگی کی ظاہری چمک دمک سے تجاوز نہیں کرتا، اسے علم ناقص ہی کہہ سکتے ہیں، بلکہ علما کہلانے کے مستحق تو وہ حضرات ہیں جن کو اللہ

تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے، اس کی خشیت و خوف ان کے اندر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ﴾ (فاطر: ۲۸)

”اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے قارون اور اس کے خزانوں کے قصہ میں قارون کے مادی نقطہ نگاہ کا یوں تذکرہ فرمایا ہے:

﴿ فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَلِيتَ

لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴾ (القصص: ۷۹)

”تو (ایک روز) قارون (بڑی) آرائش (اور ٹھٹھ) سے اپنی قوم کے سامنے نکلا،

جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے، کہنے لگے کہ جیسا (مال و متاع) قارون کو ملا

ہے، کاش (ایسا ہی) ہمیں بھی ملے، وہ تو بڑا ہی صاحب نصیب ہے۔“

اس آیت کریمہ میں بیان ہوا ہے کہ مادی نقطہ نگاہ والوں نے قارون کی طرح بننے کی تمنا کی، اس پر رشک کیا اور اس کو بڑا نصیب والا گردانا، آج کافر ریاستوں کا یہی حال ہے، کافر ریاستوں میں جو دولت کی ریل پیل ہے، اقتصادی و صنعتی ترقی ہے اس کو دیکھ کر ہمارے بعض کمزور دل اور کمزور ایمان کے مسلمان بھائی ان کو پسندیدگی و استحسان کی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں اور ان کے کفر و شرک اور برے انجام کی طرف لپچائی ہوئی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں اور ان کے کفر و شرک اور برے انجام کی طرف نگاہ نہیں دوڑاتے۔ اس کے نتیجہ میں لوگ کافروں اور ملحدوں کی تعظیم و تکریم کرنے لگتے ہیں اور ان کی بری عادتوں اور برے اخلاق کی نقل کرنے لگتے ہیں۔ ان کا فیشن اختیار کرنے لگتے ہیں، لیکن ان کی جدوجہد، کوشش و محنت، ایجاد و اختراع اور قوت و طاقت کی تیاری جیسی مفید چیزوں میں ان کی تقلید نہیں کرتے۔



زندگی کے متعلق اسلامی نظریہ

زندگی کے بارے میں دوسرا نظریہ یا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ مال و دولت، جاہ و منصب، مادی قوت و طاقت اور تمام دنیاوی چیزیں اخروی اعمال کے وسائل سمجھے جائیں اور اس کے لیے ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔

دنیا فی ذاتہ بری چیز نہیں ہے، اس کی برائی و اچھائی تو بندہ کے عمل سے ثابت ہوتی ہے کہ وہ اس کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے؟ دراصل دنیا آخرت کا پل ہے، دنیا ہی سے جنت کا توشہ لیا جاتا ہے، جنت کی بہترین زندگی دنیا میں اچھی کھیتی ہی سے ملتی ہے۔ دنیا جدوجہد، جہاد و نماز، قیام و صیام اور خیرات و صدقات کا گھر ہے۔ اہل جنت سے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْحَالِيَةِ﴾ (الحاقة : ۲۴)
 ”جو (عمل) تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔“



جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے

جھاڑ پھونک:

اس میں منتر وغیرہ پڑھ کر مریضوں اور آفت زدگان پر پھونکا جاتا ہے جیسے بخار، مرگی، آسب وغیرہ۔ اسے منتر بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

جائز اور مشروع دم:

جو شرک سے خالی ہو بایں طور پر کہ مریض پر قرآن میں سے کچھ پڑھ کر پھونکا جائے یا پھر اللہ تعالیٰ کے اسما و صفات کا نام لے کر مریض کے لیے پناہ مانگی جائے، یہ قسم جائز ہے، اس لیے کہ خود آپ ﷺ نے دم کیا ہے اور آپ ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے بلکہ اس کا حکم بھی دیا ہے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں کہ ہم جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے لہذا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقِيِّ مَا لَمْ يُكُنْ فِيهِ شِرْكًا))^①

”اپنی جھاڑ پھونک مجھ پر پیش کرو، اس میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں شرک نہ ہو۔“

① مسلم، کتاب السلام، باب لا باس بالرقي ما لم يكن فيه شرك: ۲۲۰۰۔ ابوداؤد: ۳۸۸۶۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”جھاڑ پھونک کے جواز پر علما کا اجماع ہے، لیکن اس کے لیے تین شرطیں ہیں۔“
 اول یہ کہ اس میں کلام الہی یا اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی یا صفات استعمال کیے گئے ہوں۔
 دوسری یہ کہ وہ عربی زبان میں ہو اور اس کا مفہوم و معنی واضح ہو۔

اور تیسری شرط یہ کہ جھاڑ پھونک کرنے والے اور کرانے والے دونوں کا یہ اعتقاد ہو کہ یہ چیزیں بذات خود مؤثر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتی ہیں۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ جو کچھ پڑھنا ہے اسے پہلے پڑھ لیا جائے پھر مریض پر پھونکا جائے یا پانی مریض کو پلا دیا جائے۔

ممنوع اور ناجائز دم:

جھاڑ پھونک کی دوسری قسم وہ ہے جس میں شرک پایا جائے، اس طرح کے جھاڑ پھونک میں غیر اللہ سے مدد مانگی جاتی ہے، غیر اللہ سے دعا کی جاتی ہے، غیر اللہ کی دہائی دی جاتی ہے، غیر اللہ کو پکارا جاتا ہے، اس سے پناہ مانگی جاتی ہے، جیسے جن، فرشتے، انبیاء یا صالحین کے ناموں کو پڑھ کر پھونکنا۔

اس میں کھلے طور پر غیر اللہ کو پکارا جاتا ہے، جو شرک اکبر ہے، یا پھر وہ عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں ہوتے ہیں، یا اس کے معنی و مفہوم واضح نہیں ہوتے، ایسی صورت میں پورا اندیشہ رہتا ہے کہ اس میں شرکیہ و کفریہ کلمات ہوں اور پڑھنے والے کو اس کا علم نہ ہو لہذا اس طرح کے تمام جھاڑ پھونک ممنوع اور ناجائز ہیں۔

۲۔ تعویذ گنڈے:

تعویذ گنڈوں سے مراد وہ تعویذ ہیں جو بچوں کو نظر بد سے بچانے کے لیے ان کے گلے میں لٹکائے جاتے ہیں۔ تعویذ کی دو قسمیں ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قرآنی تعویذ:

وہ تعویذ جو قرآن سے تیار کیے گئے ہوں یعنی ان میں قرآن کی آیتیں لکھی گئی ہوں۔ یا ان میں اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات لکھے گئے ہوں اور شفا حاصل کرنے کے لیے وہ مریض کے بدن کے کسی حصہ میں باندھے جاتے ہوں یا اس کے گلے میں لٹکائے جاتے ہوں اس طرح کے تعویذ لٹکانے کے سلسلہ میں علما کا اختلاف ہے اور اس بارے میں ان کی دورائے یاد و اقوال سامنے آئے ہیں۔

قول اول..... ”جائز ہیں“:

یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کردہ حدیث کا بھی ظاہری معنی اسی پر دلالت کرتا ہے حضرت ابو جعفر الباقر، احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی تائید کی ہے اور اس سے منع والی حدیث کو شرکیہ تعویذ پر محمول کیا ہے۔

قول ثانی..... ”جائز نہیں“:

دوسرا قول عدم جواز کا ہے یہ حضرت ابن مسعود، ابن عباس، حذیفہ، عقبہ بن عامر، ابن عکیم رضی اللہ عنہم وغیرہم کا قول ہے، بعض تابعین کا بھی یہی کہنا ہے، ان میں سے اصحاب ابن مسعود اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی شامل ہیں، متاخرین نے پورے جزم کے ساتھ عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو دلیل بنایا ہے۔ حدیث ہے:

((سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الرَّفِيَّ وَالْتَمَائِمَ
وَالتَّوَلَّةَ شِرْكٌ))^①

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈے اور جہنم منتر میں شرک ہے۔“

① ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی تعلیق التمام: ۳۸۸۳۔

تَوَلَّه (جادوئی منتر اور جڑی بوٹی) یہ ایک خاص جادوئی نسخہ ہے، جسے بعض لوگ اس خیال سے بناتے ہیں کہ یہ بیوی کو شوہر کی پیاری اور شوہر کی بیوی کا پیارا بناتا ہے۔
تین وجوہات کی بنا پر دوسرا قول ہی صحیح ہے۔

پہلی وجہ: کہ اس میں ہر طرح کے تعویذ سے عمومی طور پر روکا گیا ہے اور اس عموم کو خاص کرنے والی کوئی چیز موجود نہیں۔

دوسری وجہ: اس کے ذریعہ فتنہ و فساد کا راستہ ہی روک دیا جاتا ہے اس لیے کہ اس کے جواز کے بعد لوگ وہ چیزیں استعمال کرنے لگیں گے جو مباح نہیں۔

تیسری وجہ: جب قرآنی آیتوں سے تیار کردہ تعویذ لٹکایا جاتا ہے تو لٹکانے والے سے اس کی بے حرمتی ہو ہی جاتی ہے مثلاً وہ بیت الخلا یا استنجا کے وقت اسے اپنے پاس سے الگ نہیں کر پاتا۔^①

دوسری قسم:

اس میں قرآن مجید کے علاوہ دوسری تمام لٹکانے والی چیزیں آجاتی ہیں، جیسے ٹھیکرے، ہڈیاں، سیپ، دھاگے، جوتیاں، کیلیں، شیاطین اور جنوں کے نام اور طلسم وغیرہ، تعویذوں کی یہ قسم سراسر حرام ہے، اس میں کھلا شرک ہے، اس لیے کہ اس طرح کی چیزوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے اسما و صفات اور قرآنی آیات کی بجائے دیگر چیزوں کے نام لٹکائے جاتے ہیں۔
جب کہ حدیث کے الفاظ ہیں:

((مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وَكَلَّ إِلَيْهِ))^②

① فتح المحید: ۱۳۶۔

② احمد: ۳۱۰/۴۔ حاکم: ۲۱۵/۴۔ شیخ احمد عبدالرحمن البناء فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن درجہ سے کم نہیں۔ الفتح الربانی: ۱۸۸/۱۷۔

”جو شخص کسی چیز کو لٹکاتا ہے وہ اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ اس کو اسی چیز کے سپرد کر دیتا ہے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے لو لگائے رہتا ہے، اس کی پناہ چاہتا ہے اور اپنے معاملات بھی اس کے سپرد کر دیتا ہے تو ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ خود کافی ہو جاتا ہے، اس کے ہر دور کو قریب کر دیتا ہے اور ہر مشکل کو آسان بنا دیتا ہے اور جو اس کے علاوہ دیگر مخلوقات، تعویذوں اور مقابر و مزارات کا سہارا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں انہی کے سپرد کر دیتے ہیں جو اسے نفع نہیں پہنچا سکتے ہیں، اس کی وجہ سے اس کا عقیدہ بھی جاتا ہے اور اللہ سے اس کے تعلقات بھی ختم ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ لہذا ایک مسلمان کو سب سے پہلے اپنے عقیدہ کی حفاظت کرنی چاہیے اور کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہیے جس سے اس کا عقیدہ بگڑتا ہو یا اس میں انحراف پیدا ہوتا ہو، لہذا ناجائز دوائیں استعمال نہ کریں، نجومیوں، کاہنوں اور شعبدہ بازوں کے پاس ہرگز نہ جائیں، اس لیے کہ یہ لوگ آدمی کو اچھا کرنے کے بجائے اس کے دل کو اور بیمار کر دیتے ہیں اور اس کے عقیدہ کو بگاڑ دیتے ہیں، لیکن جو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہے وہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

اس طرح کے تعویذ بعض حضرات خود اپنے اوپر ڈال لیتے ہیں جب کہ انہیں جسمانی طور پر کوئی مرض نہیں ہوتا بلکہ یہ خیالی و وہمی مریض ہوتے ہیں، جیسے نظر بد، حسد سے خوف وغیرہ، کچھ لوگ تو اپنی گاڑی، جانور، گھر کے دروازہ اور دوکان پر تعویذ لٹکاتے ہیں، یہ سب عقیدہ کی کمزوری ہے، اللہ تعالیٰ پر توکل کی کمزوری ہے اور عقیدہ و اعتقاد میں کمزوری پیدا ہو جانا ہی دراصل سب سے بڑی بیماری ہے جس کا فوری علاج از حد ضروری ہے جو توحید کی معرفت اور عقیدہ صحیحہ کے علم ہی سے ہو سکتا ہے۔



غیر اللہ کی قسم، مخلوق کا وسیلہ اور دہائی کے احکام

غیر اللہ کی قسم کھانا:

قسم کو عربی میں ”حلف“ کہا جاتا ہے، اس سے مراد ہے کسی حکم و فیصلہ کو پختہ کرنے کے لیے خصوصی طور پر کسی بڑے عظیم شخص یا چیز کا نام لینا، چونکہ غایت درجہ کی تعظیم کا مستحق صرف اللہ ہے، اس لیے اس کے علاوہ کسی دوسرے کی قسم کھانا یا قسم کے وقت نام لینا جائز نہیں ہے۔

علمائے کرام کا اس پر اجماع ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے اسما و صفات ہی کی قسم کھائی جاسکتی ہے، اسی طرح اس بات پر بھی اجماع ہے کہ غیر اللہ کی قسم کسی حال میں جائز نہیں، اس لیے کہ یہ کھلا شرک ہے، اس سلسلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بہت ہی واضح ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ))^①

”جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر یا شرک کیا۔“

① ترمذی، ابواب النذور والأيمان، باب ماجاء في أن من حلف بغير الله فقد أشرك :

۱۰۳۵- ابوداؤد : ۳۲۵۱- ارواء الغلیل : ۲۵۶۱۔

شُرک اصغر، شرک اکبر بن جاتا ہے:

”یہ شرک اصغر ہے لیکن اگر جس کی قسم کھائی جائے وہ قسم کھانے والے کے نزدیک بہت ہی معزز ہستی ہو اور اس کے نزدیک اس کی عبادت جائز ہو تو اس کی قسم کھانا شرک اکبر ہے، جیسا کہ آج ہمارے قبر پرستوں کا حال ہے، یہ لوگ صاحب قبر سے جتنا ڈرتے ہیں اتنا اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور اس کی اتنی تعظیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نہیں کرتے لہذا ان میں سے کسی کو اگر کسی ولی کی قسم کھانے کا کہا جائے تو اس کی قسم نہیں کھاتا جب تک وہ اپنی قسم میں سچا نہ ہو اور اگر اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے کا کہا جائے تو کھالیتا ہے اگرچہ وہ جھوٹا ہی کیوں ہو، دراصل جس کی قسم کھائی جاتی ہے اس کی بے حد تعظیم و تکریم ہوتی ہے اور اس طرح کی تعظیم اور تکریم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو زیب دیتی ہے۔“

قسموں کی حفاظت کرو:

اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے میں بھی بہت زیادہ احتیاط برتنے کی ضرورت ہے اور ہر جگہ اور ہر موقع پر اس کا استعمال نہیں کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تُطْعُ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ﴾ (القلم: ۱۰)

”اور کسی ایسے شخص کے کہے میں نہ آجانا جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ﴾ (المائدة: ۸۹)

”اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔“

یعنی بوقت ضرورت اور سچائی و نیکی کے معاملہ ہی میں قسم کھاؤ، اس لیے کہ بہت زیادہ قسم کھانا اور جھوٹی قسم کھانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرنے کے مترادف ہے جو کمال توحید

کے سراسر خلاف ہے، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَا يُمْسِكُهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ))^①

”تین اشخاص سے اللہ تعالیٰ بات نہیں کرے گا اور نہ انہیں پاک و صاف کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔“

اسی حدیث میں آگے یوں آیا ہے:

((وَرَجُلٌ جَعَلَ اللَّهُ بِضَاعَتَهُ لَا يَشْتَرِي إِلَّا بِمِثْلِهِ لَا يَبِيعُ إِلَّا بِمِثْلِهِ))

”اور وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا سامان فروختنی بنا لیا، لہذا وہ جب کچھ بیچتا ہے تو اس کی قسم کھا کر اور خریدتا ہے تو اسی کی قسم کھا کر۔“

زیادہ قسم کھانے کی جو وعید آئی ہے، اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ زیادہ قسم کھانا حرام ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اور اسما و صفات مقدسہ کی تعظیم و تکریم مخدوش نہ ہو۔ اسی طرح اللہ کی جھوٹی قسم کھانا بھی حرام ہے، اسے بیمن غموس بھی کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے وصف میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ حقیقت حال سے واقف ہونے کے باوجود جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔

خلاصہ کلام

- ① غیر اللہ جیسے کعبہ مشرفہ یا نبی کریم ﷺ کی قسم کھانا حرام ہے اور شرک بھی۔
- ② جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھانا بھی حرام ہے اور اسے بیمن غموس کہتے ہیں۔
- ③ اللہ تعالیٰ کی بکثرت قسم کھانا حرام ہے چاہے قسم سچی ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ بلا

① مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلط تحریم إساءة الإزار والمن بالعطية: ۱۰۶۔
ترمذی: ۱۲۱۱۔ ابوداؤد: ۴۰۸۷۔

ضرورت قسم کھانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرنا ہے۔

④ ضرورت کے وقت سچائی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا جائز ہے۔



www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

وسیلہ اور اس کی اقسام

اللہ کے تقرب کے لیے مخلوق کا توسل:

توسل کے معنی کسی چیز سے قریب ہونے اور پہنچنے کے ہیں اور وسیلہ قربت کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ ﴾ (المائدة: ۳۵)

”اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہو۔“

توسیلہ کا مطلب ہوا: ”اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر کے اس سے قریب ہونا۔“

وسیلہ، جو جائز ہے:

مشروع وسیلہ کی بھی چند اقسام ہیں:

۱: اللہ تعالیٰ کے اسما و صفات کے ذریعہ اس کا تقرب حاصل کرنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي

أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ﴾ (الاعراف: ۱۸۰)

”اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں تو اس کو اس کے ناموں سے پکارا کرو اور

جو لوگ اس کے ناموں میں کبھی (اختیار) کرتے ہیں ان کو چھوڑ دو، وہ جو کچھ کر

رہے ہیں عنقریب اس کی سزا پائیں گے۔“

ب: سابقہ ایمان اور اہل اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنا جنہیں وسیلہ چاہئے والا بجالا چکا ہے، اہل ایمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خبر دی ہے، وہ کہتے ہیں:

﴿ رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ﴾ (آل عمران: ۱۹۳)

”اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک ندا کرنے والے کو سنا کہ وہ ایمان کے لیے پکار رہا تھا (کہ اپنے) پروردگار پر ایمان لے آؤ، تو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیوں کو ہم سے محو کر اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اٹھا۔“

اور جیسا کہ ان تین اشخاص کے متعلق حدیث میں آیا ہے جن پر چٹان کھسک آئی تھی اور ان کی غار کا دروازہ بند ہو گیا تھا، وہ نکل نہیں پارے تھے لہذا انھوں نے نیک اعمال کا توسل اختیار کیا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان سے چٹان کو کھسکا دیا اور وہ اس سے نکل آئے۔

ج: اللہ تعالیٰ کا توسل بذریعہ توحید جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے کیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَنادى فى الظلمت ان لا اله الا انت سبحنك انى كنت من الظالمين ﴾ (الانبیاء: ۸۷)

”آخر اندھیرے میں انھوں نے (اللہ کو) پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے۔“

9: اللہ تعالیٰ کا توسل اپنی کمزوری و ناتوانی، ضرورت و فقر کے اختیار کے ذریعہ حاصل کرنا جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا تھا۔ آیت کریمہ ہے:

﴿ اِنِّیْ مَسْنِیَ الضُّرِّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّحِیْمِیْنَ ﴾ (الانبیاء: ۸۳)
 ”مجھے ایذا ہو رہی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔“

۹: اللہ تعالیٰ کا توسل و تقرب زندہ بزرگوں اور صالحین کی دعاؤں کے ذریعہ بھی حاصل کیا جا سکتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام کیا کرتے تھے کہ جب خشک سالی آتی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم مکرم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کی درخواست کرتے تھے اور آپ ان کے لیے دعا کرتے تھے۔^①

۱۰: اللہ تعالیٰ کا توسل اپنے گناہوں کے اعتراف کے ذریعہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ﴾ (القصص: ۱۶)
 ”بولے کہ اے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، تو مجھے بخش دے۔“

ناجائز اور غیر مشروع وسیلہ:

بیان کردہ مذکورہ بالا ناجائز توسل کے علاوہ جو بھی طریقہ وسیلہ کے لیے اختیار کیا جائے گا وہ ناجائز ہوگا، جیسے مردوں سے دعا اور سفارش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ عالیہ کے ذریعہ توسل وغیرہ، ناجائز توسل کی بھی متعدد قسمیں ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

مردوں سے مانگنا:

اس لیے کہ مردہ دعا پر قدرت نہیں رکھتا ہے جیسا کہ وہ زندگی میں رکھتا تھا، لہذا مردوں سے سفارش طلب کرنا بھی جائز نہیں ہے، اس لیے کہ حضرت عمر بن الخطاب، حضرت معاویہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خشک سالی کے موقعوں پر استسقاء کے لیے سفارش اور وسیلہ کے لیے

① بخاری۔

انہی حضرات کے پاس گئے جو اس وقت زندہ تھے جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت یزید بن الاسود وغیرہما، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روضہ اطہر کے پاس یا روضہ اطہر کے باہر استقاء کی درخواست نہیں کی بلکہ دوسری زندہ ہستی کی خدمت میں گئے، جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ، یزید رضی اللہ عنہ وغیرہما ایسے ہی ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی تھی۔

اے اللہ! ہم پہلے اپنے نبی کے ذریعہ تیری قربت چاہتے تھے تو تو ہمیں پلاتا تھا، اب ہم اپنے نبی کے چچا کے توسل سے اس کی درخواست کرتے ہیں لہذا ہمیں پلا۔

یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا توسل اختیار کیا، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل جائز نہیں تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسا بھی کر سکتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے پاس آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے جو طلب کرنا ہوتا کرتے لیکن چونکہ یہ جائز نہیں تھا، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا نہیں کیا۔

لہذا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا نہیں کیا تو اس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ مردوں کا توسل اختیار کرنا صحیح نہیں ہے، نہ ان کی دعا کے ذریعہ اور نہ ان کی سفارش کے ذریعہ ہی۔ اگر توسل و سفارش اور دعا کے معاملہ میں مردہ اور زندہ برابر ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر آپ کے عم مکرم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ نہ پکڑتے، جو بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ بلند کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسرے کے مقام و منصب سے توسل؟

اس سلسلہ کی جو حدیث بیان کی جاتی ہے، وہ یوں ہے:

((إِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَاسْأَلُوهُ بِجَاهِي، فَإِنَّ جَاهِي عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ))
 ”جب تم اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو تو میری جاہ و عزت کے وسیلہ سے مانگو، اس لیے کہ
 میری جاہ و منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہے۔“

یہ حدیث سراسر موضوع اور جھوٹی ہے، معتبر کتب حدیث میں نہیں ملتی اور نہ کسی محدث
 اور عالم دین نے اسے حدیث کہا ہے، لہذا اس کی بنیاد پر کوئی عمل جائز نہیں ہے اس لیے کہ
 عبادت کے اثبات کے لیے قرآن و حدیث میں کسی صریح دلیل کی ضرورت ہوئی ہے۔

مخلوق میں سے کسی کی ذات کا توسل:

یہ توسل بھی جائز نہیں۔ اس لیے کہ یہ کھلا شرک ہے، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے کسی
 بندے کا وسیلہ پکڑنا صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے سوال کو دعا کی قبولیت کا سبب نہیں بنایا اور نہ اپنے
 بندے کے لیے اسے جائز ہی قرار دیا ہے۔

مخلوق کا توسل کیوں جائز نہیں؟

اولاً: اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بے شمار فضل
 و احسان ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ (الروم: ۴۷)

”اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی۔“

اطاعت گزار کو جو جزا ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے ہے، یہاں بدلہ و عوض
 کا معاملہ نہیں ہوتا، جیسے کہ مخلوق کے مابین عام طور سے ہوتا ہے۔

ثانیاً: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی مخلوق کو فضل و انعام کا جو حق پہنچتا ہے یہ خصوصی حق
 ہے غیر کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، لہذا اگر کوئی غیر مستحق شخص مستحق شخص کے توسل سے

یہ حق حاصل کرنا چاہے تو یہ ایک بیرونی معاملہ سے توسل چاہنے والا معاملہ ہوگا اور یہ عمل اس کو کچھ فائدہ پہنچانے والا نہیں، جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

”میں سائلین کے حق کے ذریعہ سوال کرتا ہوں۔“

تو یہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے، یہ سب محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، جیسا کہ بعض محدثین نے فرمایا:

”جس حدیث کا درجہ یہ ہو اس کو عقیدہ جیسے اہم معاملہ میں دلیل بنانا صحیح نہیں ہے۔“

پھر اس میں کسی خاص شخص کے حق کا تذکرہ نہیں ہے، بلکہ عام طور پر سائلین کے حق کا واسطہ دیا گیا ہے اور سائلین کا حق ہے کہ ان کی مرادیں پوری ہوں، جیسے اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

پھر یہ ایسا حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود سے اپنے اوپر واجب قرار دیا ہے، کسی دوسرے نے اللہ پر واجب قرار نہیں دیا، لہذا اس سے توسل حاصل کرنا خود اللہ تعالیٰ کے سچے وعدہ کے ذریعہ توسل حاصل کرنا ہے نہ کہ کسی مخلوق کے حق کے ذریعہ۔



مخلوق کو پکارنے اور اس سے مدد چاہنے کی شرعی حیثیت

”استعانت“ کہتے ہیں مدد چاہنے اور کسی معاملہ میں کسی سے تائید و تقویت حاصل کرنے کو۔
”استغاثہ“ کہتے ہیں، کسی پریشانی و شدت کو دور کرنے کی درخواست کرنے کو، لہذا
مخلوق سے استعانت و استغاثہ کی دو قسمیں ہیں۔

جائز استعانت:

جتنا مخلوق کے بس میں ہے اتنا ہی اس سے طلب کیا جائے، یہ جائز ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ﴾ (المائدة: ۲)

”اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی فرمایا:

﴿ فَاسْتَعَاذَ الَّذِي مِنْ شَيْعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ ﴾

(القصص: ۱۵)

”تو جو شخص ان کی قوم میں سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلے میں جو موسیٰ
کے دشمنوں میں سے تھا، موسیٰ سے مدد طلب کی۔“

جنگ وغیرہ کے موقعوں پر بھی ایک شخص اپنے انصار و اعوان کو اسی طرح کے تعاون اور مدد کے لیے پکارتا ہے۔

نا جائز استعانت :

جو مخلوق کے بس میں نہ ہو صرف اللہ تعالیٰ ہی اس پر قدرت رکھتا ہو اس کو مخلوق سے مانگنا ناجائز ہے، جیسے مردوں سے استغاثہ کرنا یا مدد مانگنا یا زندوں سے ایسی چیز طلب کرنا جس پر صرف اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے، جیسے مریضوں کی شفا یابی، مصائب کا ازالہ، تکلیف دور کرنا، اسی طرح مخلوق سے کچھ مانگنا جائز نہیں، یہ شرک اکبر ہے، رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک منافق مسلمانوں کو بہت پریشان کیا کرتا تھا منافق کی شرارت دیکھ کر ایک مسلمان نے کہا چلو اس منافق کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کریں، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّهُ لَا يُقَامُ لِيْ اِنَّمَا يُقَامُ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى)) ①

”مدد طلب کرنے کے لیے میرے لیے نہیں کھڑا ہوا جاسکتا بلکہ صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے۔“

رسول اللہ ﷺ نے اپنے حق میں اس طرح کے الفاظ استعمال کرنے کو ناپسند فرمایا جب کہ آپ ﷺ اس پر قادر تھے لیکن صرف توحید خالص کی حفاظت اور شرک کی راہوں کو بند کرنے کے لیے اور اپنے رب کے سامنے تواضع، انکساری اور اپنی امت کو اقوال و افعال میں وسائل شرک سے بچانے کے لیے آپ نے ایسا فرمایا۔

اپنی زندگی میں اس پر قدرت رکھنے کے باوجود جب آپ ﷺ نے یہ فرمایا تو پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس کی جرأت کیسے کی جاسکتی ہے؟ اور آپ ﷺ سے وہ چیزیں کیسے طلب کی جاسکتی ہیں جن پر آپ ﷺ قادر ہی نہیں ہیں۔ پھر جب یہ چیزیں آپ ﷺ سے

① مسند احمد: ۵/۳۱۷۔

مانگنا جائز نہیں تو کسی ولی یا بزرگ یا غیر کے ساتھ کیسے جائز ہو سکتی ہیں؟



السلامة

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ، اہل بیت اور صحابہ کرام کے متعلق عقیدہ

فصل اول: رسول اللہ ﷺ کی محبت و تعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے

فصل دوم: نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور پیروی کا جواب

فصل سوم: سید البشر، نبی رحمت، رسول اکرم ﷺ پر درود و سلام

فصل چہارم: فضیلت اہل بیت اور بلا افرات و تفریط ان سے محبت

فصل پنجم: فضائل صحابہ اور ان کے باہمی اختلافات میں اہل سنت کا موقف

فصل ششم: صحابہ کرام اور ائمہ عظام کو برا کہنے سے بچنا



www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کی محبت و تعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے

اولیں محبت کا حقدار منعم حقیقی ہے: بندے کے لیے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی محبت ضروری ہے، یہ عبادت کی سب سے بڑی قسم ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ (البقرة: ۱۶۵)

”لیکن جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ ہی کے سب سے زیادہ دوست ہیں۔“

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی بندوں کا منعم حقیقی ہے، جس نے ساری ظاہری و باطنی نعمتوں سے بندوں کو نوازا ہے، اللہ تعالیٰ سے محبت کے بعد اس کے رسول حضرت محمد ﷺ سے محبت کرنا واجب ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ نے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی، اس کی معرفت سے ہمکنار کیا، اس کی شریعت پہنچائی اور اس کے احکامات بیان فرمائے، آج مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کی جو بھلائی حاصل ہے وہ اسی رسول رحمت کی بدولت حاصل ہے، کوئی بھی شخص آپ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ ، أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا ، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ ، وَأَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقَذَّفَ فِي

النَّارِ))^①

”جس شخص میں تین چیزیں ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا، وہ یہ کہ اس کے رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں اور وہ جس کسی سے محبت کرتا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کرتا ہو اور کفر کی طرف لوٹنا اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس سے نکالا ہے ایسا ہی ناپسند کرتا ہو جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔“

محبت رسول ﷺ اللہ کی محبت کے تابع ہے:

اس حدیث سے پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع ہے اور اس کے ساتھ لازم ہے اور رتبہ کے اعتبار سے دوسرے درجہ پر ہے۔

آپ ﷺ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر تمام محبوب چیزوں سے آپ ﷺ کی محبت کو مقدم رکھنے سے متعلق حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))^②

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک پکا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“

سب سے بڑھ کر محبت:

بلکہ ایک حدیث میں تو یوں آیا ہے:

”ایک مومن کے لیے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کو اپنے نفس سے زیادہ محبوب

① بخاری، کتاب الایمان، باب حلاوة الایمان: ۹۱۶۔

② بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان: ۱۵۔

رکھے۔“

((اَنَّ عَمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ! لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ لَهُ: لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتَّى أَكُونَ أَحَبُّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللَّهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي فَقَالَ النَّبِيُّ: الْآنَ يَا عُمَرُ))^①

”حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ میرے نزدیک دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہیں سوائے اپنی جان کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب تک میں تمہارے نفس سے زیادہ تمہارا محبوب نہ بن جاؤں بات نہیں بنے گی، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (فورا) عرض کی: اللہ کی قسم! اب آپ مجھے میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب بات بنی ہے اے عمر۔“

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے علاوہ دنیا کی ہر چیز کی محبت پر مقدم ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع اور اس کو لازم ہے، اس لیے یہ محبت بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے اور اسی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت مومن کے دل میں جتنی بڑھے گی اتنی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھے گی اور اللہ تعالیٰ کی محبت اگر گھٹے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی گھٹے گی اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے محبت رکھے گا وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت رکھے گا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کی تعظیم و توقیر میں کوئی کسر نہ اٹھا

① صحیح بخاری، کتاب الایمان والنور، باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۶۶۳۲۔

رکھیں اور انہی کی اتباع کریں، ان کے قول کو ہر قول سے مقدم رکھیں اور ان کی سنت کی بہت زیادہ تعظیم کریں۔

ابن قیمؒ کی وضاحت:

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

”انسان سے محبت اور اس کی تعظیم اگر اللہ سے محبت اور اس کی تعظیم کے تابع ہے تو وہ جائز ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کی تعظیم، آپ کی یہ محبت و تعظیم دراصل آپ کو رسول بنا کر بھیجنے والے کی محبت اور اس کی تعظیم کی تکمیل ہے، آپ ﷺ کی امت آپ سے اس لیے محبت کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی تعظیم و تکریم کرتی ہے، آپ ﷺ سے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت کا ایک جزو ہے یا اللہ تعالیٰ سے محبت کا نتیجہ ہے۔“

میرے بیان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی شخصیت میں اتنی محبت اور رعب ڈال دیا تھا کہ خود بخود لوگ آپ سے محبت کرتے اور ہیبت کھاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی انسان کسی انسان کے لیے اتنا محبوب، موقر و بارعب نہیں جتنا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک محبوب، موقر اور بارعب تھے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد کہا تھا:

قبول اسلام سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مبغوض شخص میرے نزدیک کوئی نہ تھا، لیکن اب قبول اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ سے محبوب اور موقر شخص میرے نزدیک کوئی نہیں، اگر مجھ سے آپ ﷺ کی تعریف کے لیے کہا جائے تو میں کچھ نہیں بول سکتا اس لیے کہ آپ ﷺ کی توقیر و اجلال میں کبھی آپ ﷺ کو جی بھر کے نہیں دیکھ سکا۔

عروہ بن مسعود کا مشاہدہ:

حضرت عروہ بن مسعود نے قریش سے کہا تھا:

اے لوگو! اللہ کی قسم میں قیصر و کسریٰ اور دیگر شاہان مملکت کے دربار میں گیا ہوں لیکن کسی کو بھی ایسا نہیں پایا کہ اس کے احباب و اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم محمد ﷺ کے احباب و اصحاب ان کی کرتے ہیں، اللہ کی قسم! وہ ان کی تعظیم و تکریم اور اجلال و رعب میں ان سے نظر نہیں ملا پاتے، جب وہ تھوکتے ہیں تو تھوک کسی صحابی کی ہتھیلی ہی میں پڑتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور سینے پر مل لیتے ہیں اور آپ (ﷺ) جب وضو کرتے ہیں تو وہ وضو کے پانی کے لیے آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔^①



رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں افراط و تفریط سے ممانعت:

غلو کیا ہے؟ 'غلو' کہتے ہیں حد پار کر جانے کو، کوئی شخص جب قدر و اندازہ میں حد سے آگے بڑھ جاتا ہے تو اس کے لیے غلو کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ ﴾ (النساء: ۱۷۱)

”اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو۔“

اور ”إِطْرَاء“ کہتے ہیں کسی کی تعریف میں حد سے آگے بڑھ جانے اور اس میں جھوٹ ملانے کو، رسول اللہ ﷺ کے حق میں غلو کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی قدر و منزلت کی تعیین میں حد سے تجاوز کیا جائے، با ایں طور کہ آپ کو عبدیت و رسالت کے رتبہ سے بڑھا دیا جائے اور کچھ الہی خصائص و صفات آپ کی طرف منسوب کر دیے جائیں، مثلاً آپ ﷺ کو پکارا جائے، آپ ﷺ کو مدد کے لیے کہا جائے، آپ ﷺ سے استغاثہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے بجائے آپ ﷺ کی قسم کھائی جائے۔

محبت رسول میں مبالغہ:

اسی طرح آپ ﷺ کے حق میں مبالغہ سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مدح و توصیف میں اضافہ کر دیا جائے، اس سے آپ ﷺ نے خود روک دیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

((لَا تَطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنِ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ))^①

”میری حد سے زیادہ تعریف نہ کیا کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کے بارے میں کیا، بے شک میں ایک بندہ ہوں لہذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔“

یعنی باطل اوصاف سے میری تعریف نہ کرنا اور میری تعریف میں غلو نہ کرنا، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ ﷺ کی تعریف میں غلو کیا ہے کہ ان کو الوہیت کے درجہ تک پہنچا دیا، دیکھو! تم میری اس طرح تعریف کرو، جس طرح میرے رب نے میری تعریف کی ہے، لہذا مجھے اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول کہا کرو، یہی وجہ ہے کہ ایک صحابی نے جب آپ ﷺ سے کہا:

آپ ﷺ ہمارے سید ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: سید تو اللہ تعالیٰ ہے اور جب اس نے کہا کہ ہم میں سے افضل اور باعتبار طاقت و قوت آپ سب سے بڑے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح کی تعریف میں کوئی حرج نہیں، جو چاہو کہو لیکن دیکھو! اس معاملہ میں شیطان تمہیں حد سے نہ بہکا دے۔^②

اسی طرح کچھ لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا:

اے اللہ کے رسول! اے ہم میں سے سب سے بہتر اور ہم میں سے سب سے بہتر کے بیٹے اور ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے! یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا بِقَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمْ الشَّيْطَانُ ، أَنَا مُحَمَّدٌ

① بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: ”واذکر فی الكتاب مریم

اذانتبتذ من اهلها“ : ۳۴۴۵۔

② ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی کراهیة التمداح : ۴۸۰۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، مَا أَحَبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي أَنْزَلَنِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ))^①

”لوگو! میرے متعلق اس طرح کی باتیں کہہ سکتے ہو لیکن دیکھو شیطان تمہیں بہکانہ دے، میں محمد ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول، میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے اپنی اس قدر منزلت سے آگے بڑھا دو جس پر اللہ رب العزت نے مجھے فائز کر رکھا ہے۔“

احتیاط لازم ہے:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے ”ہمارے سردار“ ”ہم میں سے سب سے اچھے“ ”ہم میں سے سب سے افضل و اعظم“ جیسے الفاظ اور ایسی تعریف کو ناپسند فرمایا ہے، جب کہ واقعہ میں آپ ﷺ علی الاطلاق تمام مخلوق میں سب سے افضل و اشرف ہیں لیکن آپ ﷺ نے لوگوں کو یہ کہنے سے صرف اس لیے روک دیا تھا کہ آپ ﷺ کے بارے میں لوگ غلو اور مبالغہ میں نہ پڑ جائیں تاکہ توحید کی حفاظت ہو سکے، آپ ﷺ نے اپنے آپ کو صرف دو صفتوں سے متصف کرنے کی ہدایت کی ہے، جو دراصل بندہ کے لیے عبدیت کا سب سے بڑا رتبہ ہے اور جن میں غلو و مبالغہ نہیں ہے اور نہ عقیدہ کے لیے کوئی خطرہ ہے، وہ دو صفتیں ہیں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول، وہ قدر و منزلت جس پر رب العالمین نے آپ ﷺ کو فائز کر رکھا ہے، اونچا کرنے کو ناپسند فرمایا ہے، آج بہت سے لوگ آپ ﷺ کے اس فرمان کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں، کھلے عام آپ ﷺ کو مدد کے لیے پکارتے ہیں، آپ ﷺ سے استغاثہ کرتے ہیں، آپ ﷺ کی قسم کھاتے ہیں اور آپ ﷺ سے وہ چیزیں مانگتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جاتی ہیں۔

اس طرح کی مخالفتیں میلا دوں، نعتیہ کلاموں اور نظموں میں خوب خوب ہو رہی ہیں،

① مسند احمد: ۳/۵۷/۳-۲۴۹- نسائی، فی عمل الیوم واللیہ: ۲۴۸، ۲۴۹۔

اس طرح کے لوگ اللہ تعالیٰ کے حق اور رسول اللہ ﷺ کے حق میں کوئی تمیز نہیں کرتے۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اس حقیقت کو اپنے ایک قصیدہ نونیہ میں یوں بیان کیا ہے:

”اللہ تعالیٰ کا ایک حق ہے، جو دوسرے کا نہیں ہو سکتا اور اس کے بندے کا ایک حق ہے، یہ دو حق ہوئے ان دونوں کو بغیر تمیز و امتیاز کے ایک نہ بناؤ۔“



رسول اللہ ﷺ کی قدر و منزلت

جائز تعریف درست ہے:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی جیسی تعریف کی ہے اور آپ ﷺ کو جس قدر و منزلت سے نوازا ہے اتنی تعریف کرنے اور اس رتبہ کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بڑے رتبہ اور عالی مقام سے نوازا ہے، آپ ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، تمام مخلوقات میں آپ ﷺ سب سے اچھے اور سب سے افضل ہیں، آپ ﷺ تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں، جن و انس کے ہر فرد کے لیے آپ ﷺ نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، آپ ﷺ رسولوں میں بھی سب سے افضل ہیں، نبیوں کے خاتم ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، آپ ﷺ کے سینہ کو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا تھا، آپ ﷺ کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے بلند فرمایا ہے اور آپ ﷺ کے احکامات کی نافرمانی کرنے والوں کے لیے ہر طرح کی ذلت و رسوائی ہے، آپ ﷺ مقام محمود کے مالک ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے متعلق فرمایا:

﴿عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ (الاسراء: ۷۹)

”قریب ہے کہ اللہ آپ کو مقام محمود میں داخل کرے۔“

مقام محمود سے مراد وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو قیامت کے دن لوگوں کی شفاعت کے لیے کھڑا کرے گا، تاکہ انھیں ان کا رب اس موقع کی پریشانی و شدت سے

آرام پہنچائے، یہ بہت ہی خاص مقام ہے جو صرف آپ ﷺ ہی کو عطا ہوگا، آپ ﷺ کے علاوہ کسی نبی کو بھی یہ مقام عطا نہ ہوگا۔

ادب پہلا قرینہ ہے:

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے اور اللہ کا سب سے زیادہ لحاظ کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنے سے خود لوگوں کو روک دیا ہے اور ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو آپ ﷺ کے سامنے اپنی آواز پست رکھتے ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ○ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ○ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنَ الْهُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ○ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ○ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾

(الحجرات: ۲-۵)

”اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے بولتے ہو، (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو، (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو، جو لوگ اللہ کے پیغمبر کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں، اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لیے آزمایے ہیں، ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے جو لوگ تم کو حجروں سے باہر آواز دیتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کیے رہتے، یہاں تک کہ آپ خود نکل کر ان کے پاس آتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ تو بخشنے والا

مہربان ہے۔“

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان :

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

”یہ وہ آیات کریمہ ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر و تعظیم اور اجلال و اکرام کا معاملہ کرنے کے آداب سکھائے ہیں، ان کو بتایا ہے کہ وہ آپ کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کریں، نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص نہ پکارے، جیسا کہ عام لوگ پکارے جاتے ہیں، لہذا ”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ نہیں کہا جائے گا۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ﴾ (النور: ۶۳)

”مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔“

خود اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”اے نبی! اے رسول!“ کے القاب سے پکارا^① ہے اور اللہ تعالیٰ اور فرشتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آپ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ (الاحزاب: ۵۶)

”اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں، مومنو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجا کرو۔“

① قرآن مجید میں چار مقامات (۱) آل عمران: ۱۴۴ (۲) احزاب: ۴ (۳) محمد: ۴۷ (۴) فتح: ۲۹۔ (یوسف) پر محض تعارف کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام استعمال کیا گیا ہے۔

لیکن نبی ﷺ کی تعریف و توصیف کے لیے کوئی وقت یا کوئی کیفیت کتاب و سنت کی صحیح دلیل کے بغیر مخصوص نہیں کی جاسکتی، لہذا آج جو لوگ میلاد النبی کے جشن اور جلوس کا اہتمام کرتے ہیں اور اس تاریخ کو آپ ﷺ کی پیدائش کا دن سمجھتے ہیں، یہ بہت ہی ناپسندیدہ بدعت ہے۔

آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی سنت کی تعظیم و تکریم کی جائے، اس پر عمل کے واجب ہونے پر اعتقاد رکھا جائے اور یہ کہ سنت رسول قرآن مجید کے بعد تعظیم و عمل کے اعتبار سے پہلے درجہ پر ہے، اس لیے کہ سنت بھی اللہ تعالیٰ کی وحی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴾ (النجم: ۳-۴)

”اور آپ خواہش نفس سے منہ سے بات نہیں نکالتے، یہ تو حکم الہی ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔“

لہذا سنت میں شک پیدا کرنا اور اس کی شان کم کرنے کی کوشش کرنا حرام ہے، اس کے متن و سند اور طرق کی تصحیح و تضعیف میں کلام اور معنی کی تعیین و تشریح بہت ہی احتیاط، علم و تحفظ کے ساتھ کی جانی چاہیے، آج بے شمار جہلاء خاص طور پر تعلیم کے ابتدائی مراحل کے نوجوان سنت رسول پر زبان درازی کرنے لگے ہیں، انھوں نے احادیث کی تصحیح و تضعیف شروع کر دی ہے اور صرف مطالعہ کے بل بوتے پر راویوں پر جرح کرنے لگے ہیں، یہ خود ان کے لیے اور امت کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے، انھیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور اپنی حد سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔



نبی کریم ﷺ کی اطاعت کا وجوب

طاعتِ رسول واجب ہے: نبی اکرم ﷺ کی اطاعت ہر حال میں واجب ہے، لہذا آپ ﷺ کے احکامات کو بجالانا اور آپ ﷺ کی منع کردہ اشیاء سے باز رہنا واجب ہے۔ آپ ﷺ کو اللہ کا رسول ماننے کا یہی تقاضا ہے، اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیتوں میں آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے، کبھی تو اللہ کی پیروی کے ضمن میں، جیسے آیت کریمہ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ﴾ (النساء: ۵۹)

”مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔“

اور کبھی انفرادی طور پر آپ ﷺ کی پیروی کا حکم دیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ﴾ (النساء: ۸۰)

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ (النور: ۵۶)

”اور رسول اللہ کے فرمان پر چلتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

اور کبھی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرنے والوں کو وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ ارشاد:

ی تعالیٰ ہے:

﴿ فَلْيُحَذِّرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ (النور: ۶۳)

”تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت آ پڑے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔“

یعنی ان کے دلوں میں کفر و نفاق اور بدعت کے فتنے پیدا ہو جائیں گے یا پھر اس مادی دنیا ہی میں کوئی دردناک عذاب آگھرے گا، جیسے قتل، حد، جس یا پھر اس کے علاوہ دیگر فوری سزائیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع کو بندے سے اپنی محبت اور اس کے گناہوں کی مغفرت کا سبب بتایا ہے:

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ﴾
(آل عمران: ۳۱)

”(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا، تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔“

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو ہدایت اور آپ ﷺ کی نافرمانی کو گمراہی قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴾ (النور: ۵۴)

”اور اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پالو گے۔“

نیز فرمایا:

﴿ فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّكَ تَبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ
مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴾
(القصص: ۵۰)

”پھر اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے؟ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی خبر دی ہے کہ آپ ﷺ امت کے لیے بہترین نمونہ اور اسوۂ نہ ہیں، ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ
وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (الاحزاب: ۲۱)

”تم کو اللہ کے پیغمبر کی پیروی بہتر ہے، (یعنی) اس شخص کو جسے اللہ (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔“

ن کثیر رضی اللہ عنہ کی صراحت:

علامہ ابن کثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”یہ آیت کریمہ نبی اکرم ﷺ کے تمام اقوال، افعال اور احوال کو اسوہ بنانے کی بہت بڑی دلیل ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے احزاب کے دن لوگوں کو یہ حکم دیا کہ صبر و استقامت، جہاد و مجاہدہ اور رب العالمین کی طرف سے آسانی و کشادگی کے انتظار میں آپ ﷺ کو اپنا اسوۂ بنائیں اور قیامت تک کے لیے آپ ﷺ کی زندگی کو نمونہ بنائیں، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور پیروی کا تذکرہ قرآن مجید میں چالیس جگہوں پر کیا ہے، لوگ آپ ﷺ کی لائی ہوئی سنت و شریعت کی معرفت اور اس کی اتباع کے غذا اور پانی سے بھی زیادہ محتاج ہیں۔ غذا اور پانی نہ ملنے پر انسان دنیا میں مر جائے گا لیکن رسول اکرم ﷺ کی اطاعت و پیروی نہ ہونے پر دردناک عذاب اور دائمی بدبختی کا شکار ہو جائے گا، یہی وجہ ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے تمام عبادات میں اپنی اقتدا اور پیروی کا اور ان اعمال کو اسی ہیئت و کیفیت میں ادا کرنے کا حکم دیا ہے، جس ہیئت میں آپ ﷺ ادا فرماتے تھے۔ ارشاد نبوی ہے:

((صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي))^①

”نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔“

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

((لِنَاتُخِذُوا مَنَاسِكُكُمْ))^②

”تمہیں چاہیے کہ مجھ سے مناسک حج سیکھ لو۔“

نیز فرمایا:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))^③

”جو شخص بھی کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس پر ہمارا امر نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔“

نیز فرمایا:

((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي))^④

”جو شخص ہماری سنت سے اعراض کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔“

اس کے علاوہ ہزاروں نصوص ایسی ہیں جن میں آپ ﷺ کی اطاعت اور پیروی : ابھارا گیا ہے اور آپ ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

① صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر: ۶۳۱۔

② صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب رمی الجمرۃ العقبة : ۱۲۹۷۔

③ مسلم، کتاب الاقضية، باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور، بعد : ۱۷۱۸۔

④ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغيب النکاح : ۵۰۶۳۔

سید البشر، نبی رحمت، رسول اکرم ﷺ

پر درود و سلام

صلوٰۃ و سلام کا حکم: رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا آپ ﷺ کا امت پر ایسا حق ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى النَّبِیِّ یٰۤاَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴾ (الاحزاب: ۵۶)

”اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں، مومنو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجا کرو۔“

یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی پر صلاۃ کا مطلب ”تعریف“ ہے اور فرشتوں کی صلاۃ کا مطلب ہے ”دعا“ اور لوگوں کی صلاۃ و سلام کا مطلب ہے ”استغفار“ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بھی خبر دی کہ اس کے نبی اور رسول کا اپنے قریبی فرشتوں میں کیا رتبہ ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے آپ ﷺ کی تعریف کرتا ہے اور یہ کہ فرشتے آپ پر رحمت بھیجتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کو آپ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے تاکہ عالم علوی اور عالم سفلی دونوں کی تعریف آپ کے لیے جمع ہو جائے

”سَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ پر شرعی سلام بھیجو، لہذا جب کوئی آپ پر سلام بھیجنا چاہے تو صلاۃ و سلام دونوں بھیجے۔ ان میں سے ایک پر اکتفا نہ کرے، لہذا صرف صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ نہ کہے اور نہ صرف ”عليه السلام“ کہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ساتھ ساتھ بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

آپ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم ایسی جگہوں پر آیا ہے، جس سے اس بات کی تاکید ہوتی ہے کہ یا تو آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے یا سنت مؤکدہ۔

و جوب درود و سلام کے مقامات :

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”جلاء الافہام“ میں ایسی اکتالیس جگہوں کا تذکرہ کیا ہے، جہاں آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا ضروری ہے، اس کی ابتدا اہم و موکد ترین جگہ یعنی تشہد کے آخری حصہ سے کی ہے، درود و سلام کی مشروعیت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، لیکن اس موقع پر اس کے وجوب کے بارے میں اختلاف ہے، انھی جگہوں میں ایک آخری قنوت بھی ہے اور خطبوں میں خطبہ جمعہ، خطبہ عیدین، خطبہ استقا اور موزن کا جواب دینے کے بعد، دعا کے وقت، مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت کے مواقع شامل ہیں۔ انھوں نے آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے ثمرات بھی گنوائے ہیں اور وہ چالیس ہیں۔ ان فائدوں میں سے کچھ یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل، اللہ تعالیٰ کی طرف درود بھیجنے والے کے لیے ایک درود پر دس رحمتیں، دعا کی قبولیت کی امید، پھر جب درود کے ساتھ وسیلہ کا سوال کیا جائے تو یہ آپ ﷺ کی سفارش کا سبب بنتا ہے، یہ گناہوں کی معافی کا باعث ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے درود کا جواب دیے جانے کا سبب بھی ہے۔



فضیلتِ اہل بیت اور بلا افراط و تفریط

محبت

اہل بیت سے کیا مراد ہے؟ اہل بیت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی وہ آل و اولاد ہے جن پر صدقہ حرام ہے، ان میں حضرت علیؓ کی اولاد، حضرت جعفرؓ کی اولاد، حضرت عقیلؓ کی اولاد، حضرت عباسؓ کی اولاد، بنو حارث بن عبدالمطلب اور نبی اکرم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات اور بنات طاہرات شامل ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾ (الاحزاب: ۳۳)

”اے (پیغمبر کے) اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کامیل کچیل) دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے۔“

علامہ ابن کثیرؒ: اس ضمن میں لکھتے ہیں:

”قرآن مجید میں جو تدبر کرے گا، اس کو کبھی بھی اس بات میں شک نہیں ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات بھی مذکورہ آیت کریمہ کے ضمن میں داخل ہیں، اس لیے کہ سیاق کلام ان کے ساتھ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے فوراً بعد فرمایا:

﴿ وَ اذْكُرْ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَةِ اللَّهِ وَ الْحِكْمَةِ ﴾

(الاحزاب : ۳۴)

”اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو۔“

فضیلت عائشہ رضی اللہ عنہا:

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے گھروں میں کتاب و سنت میں سے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر نازل فرماتا ہے اس پر عمل کرو، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرات نے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس نعمت کو یاد کرو جو لوگوں کو چھوڑ کر تمہارے لیے خاص کی گئی ہے، یعنی وحی تمہارے گھروں میں نازل ہوتی ہے، حضرت عائشہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہا تو اس نعمت سے مالا مال تھیں اور اس عمومی رحمت میں آپ رضی اللہ عنہا کو خاص مقام عطا ہوا تھا، اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے بستر پر وحی نازل نہیں ہوئی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا تھا۔ بعض علما کا کہنا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ خصوصیت اس لیے ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے سوا کسی بھی کنواری سے شادی نہیں کی اور آپ ﷺ کے سوا ان کے بستر پر کوئی دوسرا مرد نہیں سویا۔ لہذا مناسب تھا کہ اس خصوصیت و رتبہ عالیہ سے آپ نوازی جاتیں اور جب آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں تو آپ ﷺ کے اقارب و اعزاد بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہیں اور وہ اس نام کے زیادہ مستحق ہیں۔^①

لہذا اہل سنت و جماعت اہل بیت سے محبت کرتے ہیں اور عقیدت رکھتے ہیں اور ان کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی اس وصیت کو اپنے سامنے رکھتے ہیں جسے آپ ﷺ نے غدیر خم کے موقع پر فرمایا تھا:

① ابن کثیر۔

((اذْكُرْكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي))^①

”اپنے اہل بیت کے سلسلے میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔“

اہل سنت و جماعت کا طرز عمل :

اہل سنت و جماعت ان سے محبت کرتے ہیں اور ان کی تکریم و تعظیم کرتے ہیں، اس لیے کہ یہ بھی رسول اللہ ﷺ سے محبت و عقیدت اور آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم کی علامت ہے، لیکن یہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ سنت کی اتباع پر قائم ہوں، جیسے کہ ان کے سلف صالحین حضرت عباس رضی اللہ عنہما اور ان کی اولاد، حضرت علی رضی اللہ عنہما اور ان کی اولاد کا حال تھا اور ان میں سے جو سنت رسول اللہ ﷺ کے مخالف ہوں اور دین پر قائم نہ ہوں، پھر ان سے عقیدت و دوستی جائز نہ ہوگی، چاہے وہ اہل بیت میں سے ہی کیوں نہ ہوں۔

اہل بیت کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا موقف بہت ہی اعتدال اور انصاف پر مبنی ہے، اہل بیت میں سے جو دین و ایمان پر قائم ہیں اہل سنت ان سے گہری محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور ان میں سے جو سنت کے مخالف اور دین سے منحرف ہوں ان سے دور رہتے ہیں، چاہے وہ نسبی طور پر اہل بیت میں داخل ہوں، اس لیے کہ اہل بیت اور رسول اللہ ﷺ کے قریبی ہونے سے کوئی فائدہ نہیں جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم نہ ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ پر جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

((وَ أَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ)) (الشعراء)

”اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈرنا دو۔“

تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا ، اِشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا ، يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ يَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ! لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ، وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ! لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ، وَيَا فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ ! سَلِينِي مَا شِئْتَ مِنْ مَالِي لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا))^①

”اے قریش (یا اس جیسا کوئی لفظ کہا)۔ اپنے آپ کو خرید لو، اللہ تعالیٰ کے سامنے میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا، اے بنی عبدمناف! میں اللہ کے سامنے تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ کے سامنے تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا، اے صفیہ! رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی میں اللہ کے سامنے تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا، اے فاطمہ بنت محمد! میرے مال میں سے جو چاہو مانگ لو لیکن اللہ کے سامنے میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔“

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں:

((مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ))^②
 ”جس کا عمل سست ہو اس کا نسب اسے تیز نہیں لے جائے گا۔“

اہل سنت افراط و تفریط سے مبرا ہیں:

اہل سنت و جماعت رافضی شیعوں کے غلط عقائد سے پاک ہیں، جو بعض اہل بیت کے

① بخاری، کتاب الوصایا، باب هل يدخل النساء والولد فی الاقارب: ۲۷۵۳۔

② مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن و علی الذکر

سلسلے میں غلو سے کام لیتے ہوئے ان کی عصمت کا دعویٰ کرتے ہیں، اسی طرح نواصب کے گمراہ کن طریقہ سے بھی پاک ہیں جو اصحاب استقامت اہل بیت سے بغض اور دشمنی رکھتے ہیں، انھیں لعن طعن کرتے ہیں، الحمد للہ اہل سنت و جماعت ان بدعتیوں اور خرافاتیوں کی گمراہی سے بھی پاک ہیں جو اہل بیت کو وسیلہ بناتے ہیں اور اللہ کے سوا ان کو ارباب حل و عقد مانتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل سنت و جماعت اس بارے میں اور دیگر معاملات میں بھی منج اعتدال اور صراط مستقیم پر قائم ہیں۔ جن کے رویہ میں کوئی افراط و تفریط نہیں اور نہ اہل بیت کے حق میں حق تلفی و غلو ہے، خود معتدل دین پر قائم اہل بیت اپنے لیے غلو پسند نہیں کرتے ہیں اور غلو کرنے والوں سے پناہ مانگتے ہیں، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلق غلو کرنے والوں کو آگ میں جلادیا تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے قتل کو جائز قرار دیا ہے، لیکن وہ آگ کی بجائے تلوار سے قتل کے قائل ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غلو کرنے والوں کے سردار عبداللہ بن سبا کو قتل کرنے کے لیے تلاش کروایا تھا لیکن وہ بھاگ گیا اور کہیں چھپ گیا تھا۔



فصل پنجم

فضائل صحابہ اور ان کے باہمی اختلافات میں اہل سنت کا موقف

صحابہ سے کون لوگ مراد ہیں؟

صحابہ صحابی کی جمع ہے، اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جس نے بحالت ایمان رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور اسی ایمان کی حالت ہی میں اس کا انتقال ہوا، ان کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہونا واجب ہے کہ وہ امت کے افضل ترین لوگ تھے، ان کا زمانہ خیر القرون تھا اور یہ شرف ان کو اسلام کی طرف ان کی سبقت، رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے لیے ان کا انتخاب، آپ ﷺ کے ساتھ جہاد اور شریعت کے بارگراں کو اٹھانے اور بعد والوں تک پہنچانے کی وجہ سے حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی تعریف کی ہے، آیت کریمہ ہے:

﴿ وَ السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَ الْأَنْصَارِ وَ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ وَ أَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ (التوبة: ۱۰۰)

”سب سے پہلے ایمان لانے والے، مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیک کاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں

بہ رہی ہیں۔ اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔“

ابریشم کی طرح نرم:

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَتَذَكَّرُونَ فَضُلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمِثْلَهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطَاؤُهُ فَازْرَأَهُ فَاسْتَعْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لَيَغِيْظَنَّ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴾ (الفتح: ۲۹)

”محمد اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے لیے تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے!) تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں، (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں۔ گویا وہ ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ کھیتی والوں کو خوش کرنے لگی تاکہ کافروں کا جی جلائے، جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان سے اللہ نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔“

ایشیاری کی مجسم تصویریں:

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ
 فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَ يَنْصُرُونَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ
 ○ وَالَّذِينَ تَبَوَّأُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ
 وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ
 وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَحْنَنَفْسِهِ فَاُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾
 (الحشر: ۸-۹)

”اور ان مفلس تارک الوطن لوگوں کے لیے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے جدا
 کر دیے گئے ہیں (اور وہ) اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار اور اللہ
 اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں، یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں، اور (ان لوگوں
 کے لیے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور
 ایمان میں (مستقل) رہے اور جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان
 سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور
 خلش) نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں، خواہ ان کو خود احتیاج
 ہی ہو اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔“

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کی بڑی تعریف فرمائی ہے اور انھیں
 بھلائیوں کی طرف سبقت کرنے والے کہا ہے، اس کی بھی خبر دی ہے کہ وہ ان سے راضی
 ہے، ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں اسی طرح انھیں آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے
 والے اور کافروں پر سختی کرنے والے بتایا ہے، اسی طرح ان کے اوصاف بتاتے ہوئے فرمایا
 کہ کثرت سے رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں۔ ان کے دل پاک صاف ہیں، ان کے
 چہروں پر اطاعت و ایمان کی جو نشانی اور نور ہے، اس سے وہ پہچانے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ
 نے انھیں اپنے نبی کی صحبت کے لیے جن لیا ہے، تاکہ وہ کافروں کو غصہ دلائے، مہاجرین کی

تعریف میں فرمایا کہ انھوں نے محض اللہ کے لیے اور اس کے دین کی نصرت کے لیے اس کے فضل و رضا کی تلاش میں اپنے وطن مالوف اور مال و دولت کو خیر باد کہا اور وہ اپنے اس عمل میں سچے تھے، انصار کی تعریف میں فرمایا کہ وہ ہجرت و نصرت اور ایمان صادق کے گھر والے ہیں، وہ اپنے مہاجر بھائیوں سے محبت کرتے ہیں، ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان سے ہمدردی کرتے ہیں، وہ بخل سے پاک ہیں، جن کی وجہ سے فلاح و کامرانی ان کے قدم چومتی ہے، یہ ان کے بعض فضائل و حسنات ہیں، ان کے علاوہ کچھ خاص فضائل و رتبے ہیں جن کی وجہ سے ان میں سے بعض بعض سے ممتاز ہیں اور یہ ان کی اسلام کی طرف سبقت اور جہاد و ہجرت کی وجہ سے ہے، لہذا افضل ترین صحابہ خلفائے اربعہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد باقی عشرہ مبشرہ ہیں، جن میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ مہاجرین کو انصار پر فضیلت دی گئی ہے، اہل بدر اور اہل بیعتہ الرضوان کی بھی خاص فضیلت آئی ہے، فتح مکہ سے پہلے جو اسلام لائے اور جہاد کرتے رہے ان کو فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والوں پر فضیلت دی گئی ہے۔



مناقشات صحابہ کے متعلق اہل سنت و جماعت کا موقف

صحابہ کرام میں تنازع کا باعث: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر فساد پھیلنے کی وجہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف یہودیوں کی سازش تھی، خبیث ترین مکارین کے یہودی عبداللہ بن سبا کو یہودیوں نے کھڑا کیا، اس نے جھوٹ موٹ قبول اسلام کا اعلان کیا، پھر یہ خبیث یہودی اپنے حقد و حسد کا زہر خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اگلنے لگا، ان کے خلاف من گھڑت تہمتیں گھڑ کر پھیلانے لگا، لہذا کچھ کمزور ایمان، کوتاہ نظر و فتنہ پسند لوگ اس سے دھوکا کھا کر اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور اسی سازش کے نتیجے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلومیت کی حالت میں شہید کیے گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے فوراً بعد مسلمانوں میں اختلافات شروع ہو گئے۔ اس یہودی اور اس کے متبعین کے اکسانے پر فتنہ نے سراٹھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق باہم تنازع کر بیٹھے۔

شارح طحاویہ کے بقول:

کتاب ”الطحاویہ“ کے شارح لکھتے ہیں:

رفض کا فتنہ ایک منافق و زندقہ نے پیدا کیا، اس نے دین اسلام ختم کرنا اور رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کو اعدا کرنا چاہا، جیسا کہ علمائے کرام نے بیان کیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ عبداللہ بن سبا نے جب اپنے اسلام کا اظہار کیا تو انھوں نے

دراصل اپنی خباثت اور مکاری سے دین اسلام میں فساد پھیلانا چاہتا تھا جیسا کہ بولس نے نصرانیت کے ساتھ کیا، سب سے پہلے اس نے اپنی عبادت وزہد کا اظہار کیا، پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اظہار کیا، یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق فتنہ پھیلانے اور انھیں قتل کرنے کی کوشش کی، پھر وہ کوفہ آیا اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق غلو کا اظہار کیا اور ان کی نصرت و تائید کرنی چاہی تاکہ اس سے اپنے حیثیتاً نہ مقصد کو پہنچ سکے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو انھوں نے اس کے قتل کا حکم دیا، لیکن وہ بدبند قرقیس کی طرف بھاگ گیا، اس کی پوری روداد تاریخ میں مشہور ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی توضیح:

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا تو مسلمانوں کے دل منتشر ہو گئے، مصائب کے پہاڑ ان پر ٹوٹ پڑے، شریر و خبیث لوگ سامنے آ گئے اور اچھے لوگ ذلیل ہو گئے اور وہ لوگ فتنہ بھڑکانے لگے جو اب تک کچھ نہیں کر سکتے تھے اور اصلاح و خیر کو چاہنے والے اپنے میدان میں بے دست و پا ہو گئے، لہذا لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، وہ خلافت کے لیے اس وقت موزوں ترین شخص تھے اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے اچھے تھے، لیکن چونکہ دل منتشر تھے اور فتنہ کی آگ بھڑک رہی تھی لہذا لوگوں کا پورا اتفاق نہ ہو سکا، جماعت کی شیرازہ بندی نہ ہو سکی، لہذا خلیفہ وقت اور امت کے اچھے و مصلح لوگ وہ نہ کر سکے جو وہ چاہتے تھے، کچھ لوگ فتنہ و فساد کے شعلوں میں کود پڑے، پھر جو ہوا سب کو معلوم ہے۔

موقف اہل سنت کا خلاصہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اختلافات اور جنگ و جدال سے متعلق اہل سنت و جماعت کا جو موقف ہے اس کا خلاصہ کیا جائے تو دو چیزیں سامنے آئیں گی۔

اول:

اہل سنت و جماعت صحابہ کرام کے مابین ہونے والے جنگ و جدال سے متعلق اپنی زبان بند رکھتے ہیں اور اس میں بال کی کھال نہیں نکالتے، اس لیے کہ سلامتی کا راستہ چپ رہنے ہی میں ہے۔ خاص طور پر اس طرح کے معاملہ میں تو ان کی یہ دعا ہوتی ہے:

﴿ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴾ (الحشر: ۱۰)

”اے ہمارے پروردگار! ہمارے ان بھائیوں کے، جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما! اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔“

دوم:

صحابہ کے سلسلہ میں من گھڑت برائیوں سے متعلق جو روایتیں ہیں ان کا متعدد طریقوں سے جواب دینا جو حسب ذیل ہیں۔

پہلا طریقہ: یہ تمام مرویات جھوٹی ہیں، جو دشمنان اسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بدنام کرنے کے لیے گڑھی ہیں۔

دوسرا طریقہ: ان روایات میں حذف و اضافہ سے کام لیا گیا ہے یا اس کی صحیح شکل بگاڑ دی گئی ہے، اس میں جھوٹ کی آمیزش کی گئی ہے، لہذا یہ محرف ہیں، ان کی طرف رجوع کرنا

صحیح نہیں ہے۔

تیسرا طریقہ: اس ضمن میں جتنے آثار اور احادیث وارد ہوئیں، وہ بہت ہی کم ہیں، اگر یہ روایتیں کسی حد تک صحیح ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس حد تک معذور سمجھنا چاہیے، اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب مجتہد تھے یا تو انہوں نے اپنے اجتہاد میں صحیح فیصلہ کیا یا غلط، اگر صحیح فیصلہ کیا ہے تو ان کے لیے دواجر ہیں اور اگر غلط فیصلہ کیا ہے تو ان کے لیے ایک اجر ہے، ان کی غلطی معاف ہے، اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ))^①

”جب کوئی حکم دینے والا اجتہاد کرتا ہے اور اس میں صحیح اجتہاد کرتا ہے تو اس کے دو

اجر ہیں اور اگر غلط اجتہاد کرتا ہے تو اس کا ایک اجر ہے۔“

چوتھا طریقہ: وہ ہماری ہی طرح انسان تھے، ان سے غلطی ہو سکتی ہے، اس لیے وہ باعتبار انسان گناہ و خطا سے معصوم نہیں ہیں اور ان سے جو کچھ بھی گناہ سرزد ہوں ان کے ہزاروں مفکرات (نیک اعمال) ان کے پاس ہیں، جن سے ان کے گناہ دھل سکتے ہیں، ان کے لیے توبہ ہے جو ہر گناہ کو کھا جاتی ہے، ان میں بہت سے فضائل و نیک اعمال ہیں جن کی وجہ سے ان کی مغفرت ہو سکتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ﴾ (ہود: ۱۱۴)

”کچھ نیک اعمال گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔“

ان کو رسول اکرم ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کا شرف

① صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة باب اجر الحاکم..... الخ: ۷۳۵۲۔

حاصل ہے، جو ان کی ان معمولی خطا کو دھونے کے لیے کافی ہے۔

ان کی نیکیاں دوسروں کی نیکیوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ کر دی جائیں گی، پھر ان کے فضل و فضیلت کو کوئی نہیں پاسکتا، رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی سے ثابت ہے کہ وہ سب سے اچھی نسل سے تعلق رکھنے والے تھے، ان کا ایک مد صدقہ دوسروں کے احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ سے افضل اور بہتر ہے، اللہ ان سے راضی ہو اور انھیں بھی راضی رکھے گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تمام اہل سنت و جماعت اور ائمہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام میں سے کوئی صحابی بھی معصوم نہیں، نہ تو سابقین اولین والے اور نہ لاحقین اور قرابت والے، بلکہ ان سے گناہ سرزد ہونا ممکن ہے، پھر اللہ تعالیٰ توبہ کے ذریعہ ان کے گناہ کو معاف کر دے گا، ان کے درجات کو بلند فرمائے گا اور ان کے نیک اعمال کی وجہ سے ان کے گناہ مٹ جائیں گے یا دیگر اسباب کی بنا پر ان کی مغفرت ہو جائے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾

(الزمر: ۲۳-۳۵)

”اور جو شخص سچی بات لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیں، وہ جو چاہیں گے ان کے لیے ان کے پروردگار کے پاس (موجود) ہے، نیکو کاروں کا یہی بدلہ ہے، تاکہ اللہ ان سے برائیوں کو جو انھوں نے کیں، دور کر دے اور نیک کاموں کا جو وہ کرتے رہے، ان کو بدلا دے۔“

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ اَشُدَّهُ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِىْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِى الْاَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعَدَّ الصَّدَقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوعَدُوْنَ ﴾ (الاحقاف: ۱۵-۱۶)

”یہاں تک کہ خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے، اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں، میں ان کا شکر گزار ہو جاؤں اور یہ کہ نیک عمل کروں جن کو تو پسند کرے اور میری اولاد میں صلاح (و تقویٰ) دے، تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں، یہی لوگ ہیں جن کے نیک اعمال ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرمائیں گے اور (یہی) اہل جنت میں (ہوں گے) یہ سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا گیا ہے۔“

فتنہ پرور لوگ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اختلافات اور جنگ و جدال کا جو فتنہ اٹھا تھا اس کو دشمنان دین اسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شخصیت و کرامت پر حملہ کرنے کا سبب بنا لیا، اس حیثیت نہ عمل میں آج کے کچھ اصحاب قلم لگے ہوئے ہیں، جو بلا علم و معرفت محض بکواس کرتے ہیں اور اپنے آپ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین حکم بنا کر پیش کرتے ہیں اور بلا دلیل و حجت کسی صحابی کو سچا اور کسی کو خطا کار گردانتے ہیں اور یہ سب کچھ جہالت، خواہشات کی پیروی اور حاسد دشمن مستشرقین اور ان کے دم چھلوں کی تقلید میں کیا جاتا ہے، ان لوگوں نے اپنے عمل سے اسلامی تاریخ اور قرن اول کے اسلاف سے ناواقف بعض نوجوانوں میں شک و شبہ کا بیج

بودیا ہے۔ اس طرح سے وہ دیار اسلام ہی سے اسلام پر خنجر چلانا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں میں انتشار و انار کی پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اس امت کی موجودہ نسل میں اپنے اسلاف سے متعلق بغض و نفرت کا بیج بونا چاہتے ہیں تاکہ وہ اپنے اسلاف کرام کی اقتدا نہ کریں، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴾ (الحشر: ۱۰)

”جو ان مہاجرین کے بعد آئے، وہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔“



صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ عظام کو برا کہنے سے بچنا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے کی ممانعت:

اہل سنت و جماعت کے نزدیک مسلمہ اصول ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق ان کے دل صاف ہیں اور ان کی زبان ان کی شناخاں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہیں:

﴿ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴾ (الحشر: ۱۰)

”جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے وہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے، جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (و حسد) نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔“

صحابہ کرام کو برا مت کہو:

پھر رسول اللہ ﷺ کے اس قول پر سختی سے عمل کرتے ہیں:
((لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنفَقَ

أَحَدُكُمْ مِثْلَ أَحَدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ))^①

”میرے صحابہ کو سب و شتم نہ کرو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کرے تو ان میں سے کسی کے مد یا خرچ کیے ہوئے مد سے کم تک کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔“

اہل سنت و افاض اور خوارج کے گمراہ کن طریقہ سے پاک ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب و شتم کرتے ہیں، ان کے لیے بغض رکھتے ہیں، ان کے فضائل کا انکار کرتے ہیں اور ان کے اکثر پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

وہ بہترین لوگ تھے:

کتاب و سنت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جو فضائل بیان ہوئے ہیں، ان کو اہل سنت و جماعت قبول کرتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو امت کی سب سے اچھی جماعت سمجھتے ہیں، جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ قَرْنِي))^②

”تم میں بہترین میرے دور کے لوگ ہیں۔“

اہل سنت و جماعت کون لوگ ہیں؟ ہم انھیں ایک حدیث کی روشنی میں سمجھ سکتے ہیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ایک فرقہ کے سوا سب فرقے جہنم میں جائیں گے۔ لوگوں نے اس ایک جماعت کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِي))^③

① مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب تحریم سب الصحابہ : ۲۵۴۰۔

② بخاری، کتاب الشهادات، باب لایشهد علی شہادۃ جور اذا شہد : ۲۶۴۱۔

③ ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی افتراق هذه الامة : ۲۶۴۰۔

”یہ وہ لوگ ہیں جو اسی پر قائم رہیں گے جس پر آج میں اور میرے صحابہ قائم ہیں۔“

امام ابو زرعہ جو امام مسلم کے سب سے بڑے شیخ ہیں، فرماتے ہیں:

”جب بھی کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کی کوئی خامی تلاش کر رہا ہے تو سمجھو کہ وہ زندیق اور دہریہ ہے، اس لیے کہ قرآن حق ہے، رسول حق ہے، رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کو ہم تک پہنچانے والے صحابہ کرام ہی ہیں، لہذا ان پر جرح کرنا دراصل اسلامی تعلیمات اور کتاب و سنت کو باطل قرار دینا ہے، لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جرح کرنے والے کو زندیق و دہریہ کہنا برحق ہے۔

علامہ ابن حمدان اپنی تصنیف نہایۃ المبتدین میں لکھتے ہیں:

”اگر کوئی کسی صحابی کو برا بھلا کہنا جائز سمجھتا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر سب و شتم کرتا ہے لیکن اس کو جائز نہیں سمجھتا تو وہ فاسق ہے، بلکہ اس سے مطلق کافر بھی ہو جاتا ہے اور اگر کوئی کسی صحابی پر فسق کا حکم لگاتا یا ان کے دین پر جرح کرتا ہے یا ان پر کفر کا فتویٰ لگاتا ہے تو وہ بھی کافر ہے۔“^①



① شرح عقیدہ السفارینی۔

ائمہ ہدایت و علمائے امت کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

ائمہ کی فضیلت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد فضل و کرم کے اعتبار سے داعیان دین اور علمائے امت اگلے نمبر پر آتے ہیں، ان میں تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد آنے والے ان کے تبعین ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ السَّبِقُونَ الْأَوْلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَ الْأَنْصَارِ وَ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ ﴾ (التوبة: ۱۰۰)

”جن لوگوں نے ایمان لانے میں سبقت کی مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکو کاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔“

لہذا ان کی تنقیص کرنا یا انہیں برا بھلا کہنا کسی حال میں جائز نہیں۔ اس لیے کہ یہ رشد و ہدایت کے علم بردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ مَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَ نُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَ سَاءَتْ مَصِيرًا ﴾ (النساء: ۱۱۵)

”اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔“

الطحاویہ کے شارح فرماتے ہیں:

”ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور دوستی کے بعد مومنین کے ساتھ بھی دوستانہ اور ہمدردانہ تعلق رکھے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے، خاص طور پر انبیا کے وارثوں سے تعلق اور دوستی بہت ضروری ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ستاروں کے مانند بتایا ہے جن کی روشنی کے ذریعہ بروبحر کے ظلمات کی راہیں طے کی جاتی ہیں، تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان کی ہدایت اور سمجھ بوجھ میں کوئی نقص نہیں ہے۔“

سنتوں کے رکھوالے:

یہ لوگ دراصل رسول اللہ ﷺ کی امت کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کے خلفاء ہیں، مری ہوئی سنتوں کو یہ زندہ کرتے ہیں، انہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی قائم ہے اور ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد کتاب اللہ کی نشر و اشاعت ہے، کتاب ان کی زبان سے بولتی ہے اور یہ کتاب کی زبان بولتے ہیں۔ تمام لوگ یقینی طور پر اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی واجب ہے، لیکن جب ان میں سے کسی کا کوئی ایسا قول منقول ہو جو حدیث کے خلاف ہو تو اس قول کو چھوڑنا ضروری ہے۔

ہم پر ان کے بڑے احسانات ہیں۔ ہم سے پہلے انھوں نے اسلامی تعلیمات کے بارگراں کو اٹھایا، ہم تک پوری امانت کے ساتھ اسے پہنچایا، اس کے رموز بیان کیے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور انھیں راضی فرمائے:

اہل سنت کے لیے راہ عمل :

علمائے کرام کی قدر و منزلت گھٹانا اور ان سے اجتہادی غلطی ہونے پر ان کی تنقیص کرنا بدعتوں کا طریقہ ہے اور دشمنان اسلام کی ایک گہری سازش ہے اور یہ صرف اس لیے ہے تاکہ اس امت کے خلف اپنے سلف سے کٹ جائیں اور نوجوانوں کے مابین ایک خلیج پڑ جائے، لہذا یہیں سے بعض مبتدی طلبا کو بھی متنبہ ہو جانا چاہیے جو فقہائے امت کی قدر و منزلت کو گھٹاتے ہیں اور فقہ اسلامی کی قدر و منزلت کو کم کرتے ہیں اس کے پڑھنے اور پڑھانے سے بے رغبتی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کے اندر جو حق اور اچھی باتیں ہیں اس کو بھی قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں، جب کہ انھیں اپنی فقہ پر عزت محسوس کرنی چاہیے، اپنے علما و فقہا کی تکریم و توقیر کرنی چاہیے اور گمراہ کن پروپیگنڈوں سے متاثر نہیں ہونا چاہیے اور نہ کسی کے بہکاوے میں آنا چاہیے۔



www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

الباب الرابع

بدعتیں اور ان سے بچاؤ

فصل اول: اقسام بدعت اور ان کے احکام

فصل دوم: مسلم معاشروں میں ظہور بدعت اور اس کے اسباب

فصل سوم: اہل سنت کا بدعتیوں سے تعلقات کا انداز

فصل چہارم: عصر حاضر کی چند نئی بدعتوں کے نمونے



اقسامِ بدعت اور ان کے احکام

بدعت کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے بدعت لفظ بدع سے ماخوذ ہے، جو بغیر سابقہ مثال کے کسی چیز کے ایجاد و اختراع کے معنی میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ (البقرة: ۱۱۷)

”(وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ بغیر سابقہ مثال کے زمین اور آسمانوں کا ایجاد کرنے والا ہے، ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ (الاحقاف: ۹)

”کہہ دو کہ میں کوئی نیا پیغمبر نہیں آیا۔“

یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لانے والا پہلا پیغمبر نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بہت پیغمبر آچکے ہیں۔

عام بول چال میں کہا جاتا ہے: ”فلاں شخص نے فلاں بدعت ایجاد کی جو پہلے کبھی نہ تھی۔“

بدعت کی اقسام:

- ① عادات و اطوار کی بدعت جیسے نئی ایجادات و اختراعات کی بدعت، یہ بدعت جائز ہے، اس لیے کہ عادات و اطوار میں اصل مباح و حلال ہے۔
- ② بدعت کی دوسری قسم ہے دین کے اندر بدعت پیدا کرنا اور یہ بدعت حرام ہے، اس لیے کہ شریعت و دین دراصل توقیفی چیز ہے، یعنی اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ أَحَدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ))^①

”جو ہمارے اس معاملہ میں ایسی نئی بات پیدا کرے جس کی بنیاد اس میں نہ ہو وہ مردود ہے۔“

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))^②

”جو کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا معاملہ نہیں تو وہ مردود ہے۔“

دین میں بدعت:

اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

اعتقادی بدعت:

قولی و اعتقادی بدعت، جیسے جہمیہ، معتزلہ، روافض اور تمام گمراہ فرقوں کے اقوال، تحریریں اور ان کے اعتقادات۔

① بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحو اعلیٰ صلح جورٍ فالصلح مردود: ۲۶۹۷۔

② مسلم، کتاب الاقضية، باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور: ۱۷۱۸۔

عملی بدعت:

عبادات میں بدعت جیسے عبادت کا ایسا طریقہ نکالنا جو اسلام میں مشروع نہ ہو، اس کی بھی متعدد قسمیں ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

- ① بدعت کا وجود اصل عبادت میں ہو، جیسے عبادت کا ایسا طریقہ نکالا جائے، جس کی شریعت میں کوئی سند نہ ہو، مثلاً نئی اور غیر مشروع نماز نکالی جائے، غیر مشروع روزہ رکھا جائے، یا نئی عید منائی جائے جیسے عید میلاد وغیرہ۔
- ② مشروع عبادت میں کسی چیز کا اضافہ کر دیا جائے، جیسے ظہر یا عصر کی نماز میں ایک رکعت بڑھا کر اس کی رکعتیں پانچ کر دی جائیں وغیرہ۔
- ③ مشروع عبادت کی ادائیگی میں بدعت پیدا کر لی جائے اور غیر مشروع طریقہ پر اسے ادا کیا جائے، جیسے مسنون دعائیں اجتماعی طور پر گا گا کر پڑھنا یا عبادت میں نفس پر اتنی سختی کرنا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے دائرہ سے نکل جائے۔
- ④ کسی مشروع عبادت کے لیے غیر مشروع وقت کی تعیین کرنا، جیسے یوم عاشورا کو عبادت کے لیے خاص کر لینا، کسی خاص دن میں دن کو روزہ رکھنا وغیرہ، اس لیے کہ نماز و روزہ تو ضرور فرض ہیں لیکن ان کے اوقات مقرر کرنے کے لیے کوئی ٹھوس دلیل چاہیے۔



دین میں بدعت کی اقسام کا حکم

دین میں ہر بدعت حرام اور گمراہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((وَ اِيَّاكُمْ وَ مُحَدَّثَاتِ الْاُمُورِ ، فَاِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَالَّةٌ))^①

”نئی نئی باتوں سے بچو، ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اور ایک جگہ ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ اَحَدَتْ فِيْ اَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ رَدٌّ))^②

”جو ہمارے اس معاملہ (دین) میں ایسی نئی بات پیدا کرے جس کی بنیاد اس میں نہ ہو وہ مردود ہے۔“

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))^③

”جو کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا دین نہ ہو وہ مردود ہے۔“

① ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ: ۴۶۰۷۔

② بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحو اعلی صلح جور فالصلح مردود: ۲۶۹۷۔

③ مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب نقض الاحکام الباطلۃ و رد محدثات الامور: ۱۷۱۸۔

شاطبی کہتے ہیں:

ان حدیثوں سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ دین میں پیدا کی ہوئی ہر چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور مردود ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ عبادات اور اعتقادات میں بدعت حرام ہے، لیکن بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے اس کی حرمت کا حکم مختلف ہوگا، اس لیے کہ بعض بدعتیں تو کھلا کفر ہیں، جیسے قبروں کا طواف کرنا، قبروں پر نذر و نیاز چڑھانا، اصحاب قبر سے کچھ مانگنا، ان سے استغاثہ کرنا، اسی ضمن میں غالی قسم کے جہمی اور معتزلی افراد کے اقوال بھی آتے ہیں اور بعض بدعتیں شرک کے وسائل ہیں، جیسے قبروں پر تعمیر، وہاں کی نماز اور دعا وغیرہ، بعض بدعتیں اعتقادی فسق کے درجہ میں آتی ہیں، جیسے خوارج، قدریہ اور مرجیہ وغیرہ کی بدعتیں جو سراسر شریعت کے مخالف ہیں، ان میں سے بعض بدعتیں تو معصیت ہیں جیسے ترک دنیا کی بدعت، دھوپ میں کھڑے ہو کر روزہ رکھنے کی بدعت اور قوت باہ کو ختم کرنے کے لیے آپریشن وغیرہ کی بدعت۔^①



① الاعتصام للشاطبی: ۳۷/۲۔

ایک انتباہ

بدعت کی تقسیم غلط ہے: جو شخص بھی بدعت کی دو قسمیں کرتا ہے ایک بدعت حسنہ دوسری بدعت سیئہ وہ غلطی پر ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اس قول کی مخالفت کرتا ہے۔ ارشاد ہے:

((فَإِنَّ كُلَّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))^①

”ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام بدعتوں کو گمراہی قرار دیا ہے، جب کہ بعض بدعتوں کو بدعت حسنہ کہنے والا گویا ہر بدعت کو گمراہی و ضلالت نہیں سمجھتا۔

علامہ حافظ ابن رجب ”شرح الاربعین“ میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کا یہ قول کہ: ”ہر بدعت گمراہی ہے۔“ بہت ہی جامع ترین کلمہ ہے، جس سے کوئی بدعت نہیں نکل سکتی، یہ دین کا بہت ہی بنیادی قاعدہ ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کے دوسرے قول کے مطابق ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَحَدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ))^②

”جو ہمارے اس معاملہ (دین) میں ایسی بات پیدا کرے جس کی بنیاد اس میں نہ ہو“

① ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ: ۴۶۰۷۔

② بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحو: ۲۶۹۷۔

وہ مردود ہے۔“

لہذا ہر نئی چیز جو دین کی طرف منسوب کی جائے گی اور دین میں اس کی کوئی اصل نہ ہوگی اس کے گمراہی و ضلالت ہونے میں کوئی شک نہیں اور دین اس سے بری الذمہ ہے، چاہے اس میں اعتقادی مسائل ہوں یا ظاہری و باطنی اقوال و اعمال۔“^①

قول عمر رضی اللہ عنہ اور اس کی وضاحت :

بدعت حسنہ کے قائلین کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک قول کے علاوہ کوئی دلیل نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول تراویح کے سلسلہ میں ہے، آپ نے فرمایا:

((نِعَمَتِ الْبِدْعَةِ هَذِهِ))^②

”کیا ہی اچھی ہے یہ بدعت“

بدعت حسنہ کے قائلین یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلام میں بہت سی چیزیں نئی پیدا کی گئی ہیں لیکن ہمارے اسلاف کرام نے اس کا انکار نہیں کیا ہے، جیسے ایک کتاب میں قرآن کو جمع کرنا، حدیث کی تدوین و تحریر وغیرہ، اس طرح کے سوالات کا جواب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس طرح کی چیزوں کی اصل شریعت میں موجود ہے، لہذا یہ بدعت نہیں ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بھی صحیح ہے، یہاں پر انھوں نے بدعت کا لغوی معنی لیا ہے، شرعی معنی نہیں۔

لہذا جس بدعت کی شریعت میں گنجائش ہے پھر اسے بدعت کہا جائے تو یہ سمجھیے کہ یہاں بدعت سے مراد بدعت لغوی ہے نہ کہ بدعت شرعی، اس لیے کہ شرعی بدعت وہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو، قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کی شریعت میں اصل موجود ہے اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ خود قرآن مجید کو لکھ لینے کا مشورہ دیتے تھے، چونکہ

① جامع العلوم والحکم ص : ۲۳۳۔

② ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ : ۴۶۰۷۔

قرآن مجید پہلے مختلف جگہوں میں متفرق و منتشر تھا، لہذا صحابہ کرام نے ایک جگہ جمع کر دیا، ایسا صرف اس کی حفاظت کے لیے کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے چند راتیں تراویح کی نماز پڑھی پھر چھوڑ دی، اس ڈر سے کہ کہیں ان پر فرض نہ ہو جائے، لیکن صحابہ کرام برابر اسے پڑھتے رہے اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور آپ ﷺ کے بعد بھی الگ الگ انداز میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سب کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا جس طرح سب کے سب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پڑھتے تھے، لہذا یہ دین میں کوئی بدعت نہیں ہے، تدوین حدیث کی بھی شریعت میں اصل موجود ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فرمائش پر بعض حدیثوں کے لکھنے کا حکم دے دیا تھا اور جب آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو وہ اندیشہ بھی ختم ہو گیا جس کے لیے حدیث کی تدوین ممنوع تھی، یعنی کہیں قرآن و حدیث خلط ملط نہ ہو جائیں، چونکہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں قرآن مکمل ہو چکا تھا لہذا آپ ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے حدیث کی تدوین کی اور اس کو ضائع ہونے سے محفوظ کر دیا اللہ تعالیٰ انہیں اجر دے۔ (آمین)



فصل دوم

مسلم معاشرہ میں ظہور بدعت اور اس کے اسباب

بدعت کس دور میں ایجاد ہوئی؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”یہ معلوم ہونا چاہیے کہ علوم و عبادات سے متعلق عام بدعتیں امت کے اندر خلفائے راشدین کے آخری دور ہی سے ظاہر ہونے لگی تھیں اور اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی دے دی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَىٰ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ))^①

”تم میں سے جو زندہ رہے گا اسے بہت سے اختلافات نظر آئیں گے، لہذا ایسے وقت میں میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت و طریقہ کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔“

امت میں پہلے پہل، قدریہ، مرجئیہ، شیعہ اور خوارج کی بدعتیں ظاہر ہوئیں پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد امت میں تفرقہ پیدا ہوا تو حروریہ کی بدعت ظاہر ہوئی پھر

① ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ: ۶۰۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخری عہد میں قدریہ کی بدعت ظاہر ہوئی پھر حضرت ابن عمر، ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم وغیر ہم کے آخری عہد میں مرجیہ کا ظہور ہوا اور جہاں تک جمہیہ کا تعلق ہے تو وہ تابعین کے آخری عہد میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ظاہر ہوا یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ان سے لوگوں کو خبردار کیا تھا اور جمہ کا ظہور خراسان میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں ہوا۔

یہ بدعتیں دوسری صدی ہجری میں ظاہر ہو گئی تھیں جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس طرح کی بدعتوں کی مخالفت کی تھی، پھر بعد میں معتزلہ کی بدعت سامنے آئی اور مسلمانوں میں فتنہ و فساد کا دور شروع ہو گیا، پھر لوگوں میں اختلاف آرا اور بدعات و خواہشات کی طرف میلان اور جھکاؤ کا ظہور ہوا، پھر تصوف کی بدعت، قبروں کو پختہ بنانے کی بدعت سامنے آئی اسی طرح جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، نئی نئی بدعتیں سامنے آتی گئیں اور اس کی شاخیں پھیلتی رہیں۔

بدعت نے کس جگہ جنم لیا؟

بدعت کے ظہور کے معاملہ میں مختلف ممالک و شہر مختلف حالات سے گزرے ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”وہ بڑے شہر جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سکونت اختیار کی اور جہاں سے علم و ایمان کے چشمے پھولے پانچ ہیں، حرین شریفین، عراقین (کوفہ و بصرہ) اور شام، انھی پانچ شہروں سے قرآن و حدیث، فقہ و عبادت اور ان کے علاوہ اسلام کے دیگر امور کی نشر و اشاعت ہوئی اور مدینہ منورہ چھوڑ کر انھی شہروں سے اصولی بدعتیں بھی نکلی ہیں، کوفہ سے تشیع و رجا کی بدعت نکلی اور وہاں سے دوسرے شہروں میں پھیلی، شہر بصرہ سے قدریہ، اعتزال اور فاسد طریقہ عبادت کی بدعتیں ظاہر ہوئیں اور وہاں سے دوسرے شہروں میں پھیلیں، شام سے ناصیہ و قدریہ کی بدعتیں پھیلیں، جمہیہ کی بدعت خراسان سے نکلی جو سب سے بری بدعت ہے،

بدعت کا ظہور عموماً ان شہروں میں زیادہ ہوا جو مدینہ منورہ سے زیادہ دور تھے، خاص طور پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حرور یہ فرقہ وجود میں آیا تو بدعت کا بازار بہت گرم ہوا اور جہاں تک مدینہ منورہ کی بات ہے تو یہ شہر ہمیشہ بدعت و خرافات سے پاک رہا، اگر کسی نے بدعت پھیلانے کی کوشش کی بھی تو وہ مغلوب و مقہور ہوا، برخلاف دوسرے شہروں کے، جہاں بدعتیوں اور خرافاتیوں کی بڑی پذیرائی ہوئی، کوفہ میں تشیع و ارجاء پھیلا، بصرہ میں اعتزال و تنسک خوب چمکا، شام میں ناصبہ کا دور دورہ رہا، سچ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

”دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔“

اسی کا اثر ہے کہ مدینہ منورہ ہمیشہ امام مالک کے عہد تک، (جو دوسری صدی کے عالم تھے) علم و ایمان کا گہوارہ رہا۔

ابتدائی تین صدیوں میں جو اسلام کے افضل ترین دور ہیں، مدینہ منورہ میں کوئی ظاہری بدعت نمودار نہیں ہوئی اور نہ اصول دین سے متعلق ہی کوئی بدعت سامنے آئی جیسے دوسرے شہروں میں ہوا۔



www.KitaboSunnat.com

ظہور بدعت کے اسباب

اس میں کوئی شک نہیں کہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنے سے آدمی بدعات و خرافات اور ہر گمراہی سے محفوظ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ أَنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ﴾ (الانعام: ۱۵۳)

”اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اس پر چلنا اور دیگر رستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) اللہ کے رستے سے الگ ہو جاؤ گے۔“

اس بات کی وضاحت خود رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث شریف میں کر دی ہے، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

((كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ خَطَّ خَطًّا، وَ خَطَّ خَطِّينِ عَنْ يَمِينِهِ وَ خَطَّ خَطِّينِ عَنْ يَسَارِهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ فِي الْأَوْسَطِ))^①

”ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے ایک خط کھینچا، پھر اس کے دائیں طرف دو خط کھینچے اور دو بائیں طرف پھر درمیان والے خط پر ہاتھ رکھا اور

پھر یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿ وَ أَنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّيْكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ (الانعام: ۱۵۳)

”اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اس پر چلنا اور دیگر رستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے۔ ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم پر ہیزگار بنو۔“

لہذا جو بھی کتاب و سنت کی مضبوطی کو چھوڑے گا، اسے گمراہ کن راستے اور مختلف بدعات و خرافات اپنی طرف کھینچیں گی۔

بدعت کے ظہور کے اسباب و عوامل:

دین کے احکام سے ناواقفیت، خواہشات نفس کی پیروی، اشخاص و آرا کا تعصب، کافروں کی نقل اور تقلید۔ اب ذرا ان چیزوں کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

احکام دین سے ناواقفیت:

جیسے جیسے زمانہ گزرتا جاتا ہے، لوگ رسالت کے آثار سے دور ہوتے جاتے ہیں، علم متا جاتا ہے اور جہالت پھیلتی جاتی ہے، خود نبی اکرم ﷺ نے اس کی خبر دی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَىٰ اخْتِلَافًا كَثِيرًا))^①

”تم میں سے جو زندہ رہے گا اسے بہت سے اختلافات نظر آئیں گے۔“

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْزَاعًا مِّنَ الْعِبَادِ وَ لَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ

① ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ: ۴۶۰۔

الْعُلَمَاءِ حَتَّىٰ إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَالًا فَسَلُّوا
فَأَفْتُوا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا))^①

”بے شک اللہ تعالیٰ علم کو بندوں سے چھین کر نہیں اٹھاتا بلکہ علما کو اٹھا کر علم کو اٹھاتا ہے، لہذا جب کوئی عالم باقی نہیں رہتا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور (ان سے مسائل) پوچھتے ہیں، لہذا وہ بغیر علم کے فتویٰ دیتے ہیں اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔“

اس سے ثابت ہوا کہ بدعت کا قلع قمع صرف علما ہی کر سکتے ہیں، لہذا جب علم و علما کا فقدان ہوگا تو بدعت کو پھلنے پھولنے کا موقع مل جائے گا اور بدعتوں کا خوب دور دورہ ہوگا۔
خواہشات نفس کی پیروی:

جو شخص بھی کتاب و سنت کی پیروی سے گریز کرے گا وہ ضرور اپنی خواہشات کی پیروی کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَ مَنْ أَضَلُّ
مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ ﴾ (القصص: ۵۰)

”پھر اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے؟“

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ أَفَرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ

① جامع بیان العلم و فضله لابن عبد البر: ۱۸۰/۱۔

سَمِعَهُ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ﴿

(الحاثیة : ۲۳)

”بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا تھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا اور باوجود جاننے بوجھنے کے (گمراہ ہو رہا ہے تو) اللہ نے (بھی) اس کو گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، اب اللہ کے سوا اس کو کون راہ راست پر آسکتا ہے؟“

اشخاص و آرا کا تعصب:

تعصب، معرفت حق اور انسان کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ﴾

(البقرة : ۱۷۰)

”اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) اللہ نے نازل فرمائی ہے اس کی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔“

آج کل تصوف کے مختلف طریقوں کے متبعین اور قبر پرستوں کا یہی حال ہے۔ یہ اپنے تعصب میں اندھے ہو جاتے ہیں، جب انھیں کتاب و سنت کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور کتاب و سنت کے خلاف اعمال سے روکا جاتا ہے تو یہ اپنے مشائخ کا حوالہ دیتے اور اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ سے دلیل پیش کرتے ہیں۔

کفار کی تقلید:

غیر قوموں کی تقلید مسلمانوں کو سب سے زیادہ بدعات و خرافات کے گڑھے میں ڈالتی

ہے، جیسا کہ ابو اقد اللہی کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے، حضرت اللہی کا بیان ہے:

ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین کی طرف نکلے، ہم نئے نئے اسلام لائے تھے، اس وقت مشرکوں کا ایک درخت تھا، جس کی وہ پرستش کرتے تھے اور اپنے ہتھیار اس پر لٹکائے رکھتے تھے اسے ”ذات انواط“ (انواط والا پیڑ) بھی کہا جاتا تھا، ہم اس درخت کے پاس سے گزرے تو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ایک ایسا ”ذات انواط“ بنا دیجیے جیسا کہ مشرکوں کا ہے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُ اَكْبَرُ اِنَّهَا السُّنَنُ قُلْتُمْ وَالَّذِي نَفْسِي يَدِهِ كَمَا قَالَتْ بَنُو اِسْرَائِيْلَ لِمُوسَى))

”اللہ اکبر۔ یہی سنن ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے ہم سے وہی بات کہہ دی جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے کہی تھی۔“

﴿ اَجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمُ الْهٰٓةُ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴾

(الاعراف: ۱۳۸)

”جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔ موسیٰ نے کہا تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو۔“

((لَتَتَّبِعَنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلِكُمْ))^①

”تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے۔“

اس حدیث میں صاف طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ کفار کی تقلید ہی نے بنی اسرائیل کو اس گندے سوال پر ابھارا تھا کہ ان کے لیے بھی ایک صنم کا بندوبست کیا جائے تاکہ وہ اس

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل: ۳۴۵۶۔

کی عبادت کریں، اسی چیز نے بعض صحابہ کو رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کرنے پر مجبور کیا کہ ان کے لیے ایک درخت منتخب کر دیا جائے، جس سے وہ تبرک حاصل کریں، آج بھی مسلمانوں کا یہی حال ہے آج مسلمانوں کی اکثریت کافروں کی تقلید میں لگی ہوئی ہے اور مشرکانہ اعمال اور بدعات و خرافات میں پڑی ہوئی ہے۔ بڑی دھوم دھام سے برتھ ڈے منایا جاتا ہے مخصوص اعمال کے لیے دن اور ہفتے منائے جاتے ہیں، مختلف دینی مناسبتوں اور یادگار کے موقعوں پر جلے جلوس منعقد کیے جاتے ہیں، جسے اور یادگار علامتیں نصب کی جاتی ہیں، مجلس ماتم منعقد کی جاتی ہے پھر جنازوں کی بدعت اس پر مستزاد ہے قبروں کو پختہ بنانا اور قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنا رواج پا گیا ہے۔



اہل سنت کا بدعتیوں سے تعلقات کا انداز

ابوالدرداء غضبناک ہو گئے :

اہل سنت و جماعت برابر بدعتیوں کا جواب دیتے چلے آ رہے ہیں اور ان کی بدعات و خرافات کا شدت سے انکار کر رہے ہیں اور انہیں شرک و بدعت سے روک رہے ہیں، جس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں، حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((ذَخَلَ عَلَيَّ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَ هُوَ مُغْضِبٌ فَقُلْتُ مَا أَغْضَبَكَ ؟ فَقَالَ

وَاللَّهِ مَا أَعْرِفُ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ شَيْئًا إِلَّا أَنَّهُمْ يُصَلُّونَ جَمِيعًا))^①

”ایک مرتبہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بڑے غصہ کی حالت میں گھر میں داخل ہوئے، میں نے پوچھا کیا ہوا، کہنے لگے: اللہ کی قسم! آج مسلمانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی کوئی چیز نہیں سوائے اس کے کہ وہ باجماعت نماز پڑھتے ہیں۔“

قصہ حد سے بڑھنے والوں کا:

حضرت عمر بن یحییٰ بیان کرتے ہیں:

میں نے اپنے والد کو اور انھوں نے اپنے والد کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ: ”ہم ظہر کی نماز سے پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے پاس بیٹھا

① صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل الصلاة الفجر فی جماعة: ۶۵۰۔

کرتے تھے، جب وہ نکلتے تھے تو ان کے ساتھ مسجد کی طرف چل پڑتے، ایک دن ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور پوچھا: کیا ابو عبدالرحمن آچکے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں! وہ ہمارے ساتھ بیٹھ گئے، یہاں تک کہ ابو عبدالرحمن نکل آئے، جب وہ نکلے تو ہم سب مل کر ان کی طرف بڑھے، تو انھوں نے کہا: اے ابو عبدالرحمن! ہم نے تھوڑی دیر پہلے مسجد میں ایک نئی چیز دیکھی ہے۔ میرے خیال میں الحمد للہ وہ اچھی ہی ہوگی، انھوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا اگر تم زندہ رہو گے تو خود بھی دیکھ لو گے اور کہا: میں نے مسجد میں ایک ایسی جماعت کو دیکھا جو حلقہ بنائے بیٹھی تھی اور نماز کا انتظار کر رہی تھی، ہر حلقہ میں ایک شخص نمایاں تھا اور سب کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں، نمایاں شخص کہتا ہے سو مرتبہ تکبیر کہو تو وہ لوگ سو مرتبہ تکبیر کہتے، پھر وہ کہتا سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھو تو وہ سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھتے، پھر وہ کہتا سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھو۔ انھوں نے پوچھا: تم نے ان سے کیا کہا؟ جواب دیا: میں نے ان سے کچھ نہیں کہا، اس میں آپ کی رائے کا انتظار ہے یا آپ کے حکم کا انتظار ہے، انھوں نے کہا: انھیں اس بات کا حکم کیوں نہیں دیا کہ وہ اپنی غلطیاں شمار کریں، ان کی نیکیوں کی ضمانت ہے کہ وہ ضائع نہیں ہوں گی، پھر وہ جانے لگے اور ہم بھی ان کے ساتھ ہو لیے، یہاں تک کہ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس آئے اور وہاں کھڑے ہو کر کہا: یہ تم کیا کر رہے ہو جسے ہم دیکھ رہے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا: اے ابو عبدالرحمن یہ کنکریاں ہیں، جس کے ذریعہ ہم تکبیر و تہلیل، تسبیح و تحمید کا شمار کرتے ہیں، یہ سن کر انھوں نے کہا: اپنے گناہوں کو یاد کرو، میں تمہارا ضامن ہوں کہ تمہاری حسنات ضائع نہیں ہوں گی، تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ محمد کی امت! اتنی جلدی ہلاکت کی طرف کیوں بڑھ رہی ہے؟ حالانکہ آج صحابہ کرام کافی تعداد میں موجود ہیں، ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے بھی پرانے نہیں ہوئے ان کے برتن بھی ابھی اسی طرح

صحیح سالم ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کیا تمہارا طریقہ محمد ﷺ کے طریقہ سے زیادہ اچھا ہے؟ یا تم گمراہیوں کا دروازہ کھولنے والے ہو؟ ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! اے ابو عبد الرحمن! ہماری نیت تو بھلائی اور خیر کی ہے اس پر انہوں نے کہا: بہت سے خیر کے طلب گار خیر تک نہیں پہنچ پاتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو قرآن پڑھ رہے ہوں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اللہ کی قسم! شاید ان میں سے اکثر تم ہی میں سے ہیں، پھر آپ ان کے پاس سے ہٹ گئے، حضرت عمرو بن سلمہ کا بیان ہے کہ ہم نے ان میں سے اکثر کو دیکھا کہ وہ نہروان کے موقع پر خوارج کے ساتھ مل کر ہمیں لعن و طعن کر رہے تھے۔^①

امام مالک رضی اللہ عنہ اور ایک اجنبی:

ایک مرتبہ ایک شخص امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور دریافت کیا: میں کس جگہ سے احرام باندھوں؟

آپ نے کہا: میقات سے، جہاں سے رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھا تھا۔ اس نے کہا: اگر میں وہاں سے پہلے ہی احرام باندھ لوں تو؟ امام مالک نے کہا: میرے خیال میں یہ صحیح نہیں، اس نے کہا: اس میں ناپسندیدگی کی کیا بات ہے؟ امام مالک نے کہا: اصل میں میں تمہارے لیے فتنہ پسند نہیں کرتا، اس نے کہا: زیادہ خیر حاصل کرنے میں کون سا فتنہ ہے؟ امام مالک نے کہا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

① الدارمی، المقدمہ، باب فی کراہیۃ اخذ الراي: ۲۰۸۔

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ (النور: ۶۳)

”تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔“
اس سے بڑا فتنہ کیا ہو سکتا ہے کہ تمہارے لیے ایسی فضیلت مخصوص کی جائے جس سے رسول اللہ ﷺ نا آشنا تھے۔

یہ ایک نمونہ ہے کہ ہمارے علمائے کرام برابر بدعتیوں کی حرکتوں پر نکیر کرتے آئے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں۔ الحمد للہ علی ذلك۔

اہل بدعت کے جواب میں اہل سنت و جماعت کا طریقہ:

ان کا منہج و طریقہ کتاب و سنت پر مبنی ہے، یہ بہت ہی مدلل و مسکت طریقہ ہے، پہلے بدعتیوں کے شبہات کا تذکرہ کیا جاتا ہے پھر ان کے بے بنیاد دلائل کا رد کیا جاتا ہے۔ کتاب و سنت کے دلائل کے ساتھ انھیں بتایا جاتا ہے کہ سنت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا فرض ہے اور شرک و بدعت اور دین میں نئی نئی چیزیں پیدا کرنا حرام ہے، اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں، عقائد کی کتابوں میں شیعہ، خوارج، جہمیہ، معتزلہ، اشاعرہ کا جواب دیا گیا ہے، جیسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جہمیہ کے رد میں کتاب لکھی ہے، ان کے علاوہ دوسرے علمائے کرام نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے، جیسے عثمان بن سعید الدارمی، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، ان کے شاگرد علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ، شیخ محمد بن وہاب وغیرہم نے صوفیا، قبر پرستوں اور دیگر گمراہ فرقوں کے جواب دیے ہیں۔ بدعت کے رد میں جو کتابیں لکھی گئیں ہیں وہ بہت زیادہ ہیں، ان میں سے بعض قدیم کتابوں کا تذکرہ ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

رد بدعت میں چند کتابیں:

- ۱۔ کتاب الاعتصام لامام الشاطبی۔
- ۲۔ کتاب اقتضاء الصراط المستقیم شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (کتاب کا کثیر حصہ بدعت کے رد میں ہے)۔
- ۳۔ کتاب انکار الحوادث و البدع لابن وضاح۔
- ۴۔ کتاب الحوادث و البدع..... لابن وضاح۔
- ۵۔ کتاب الباعث علی انکار البدع..... لالطراطوشی۔

چند جدید کتابیں:

- ۱: کتاب الابداع مولفہ شیخ علی محفوظ۔
- ۲: کتاب السنن و المتبدعات المتعلقة بالا ذکار و الصلوات، مولفہ شیخ محمد ابن احمد الشقیری الحوامدی۔
- ۳: رسالۃ التحذیر من البدع، مولفہ الشیخ عبدالعزیز بن باز۔

الحمد للہ آج بھی علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت بدعت کے قلع قمع کرنے اور بدعتیوں کو راہ راست پر لانے میں لگی ہوئی ہے نیز یہ لوگ رسائل و جرائد، ذرائع ابلاغ، خطبہ جمعہ، سیمیناروں اور کانفرنسوں کے ذریعہ اس میدان میں کام کر رہے ہیں، جس کا مسلمانوں کو بیدار کرنے اور بدعت کے ازالہ اور بدعتیوں کو راہ راست پر لانے میں بڑا اثر ہے۔



فصل چہارم

عصر حاضر کی چند نئی بدعتوں کے نمونے

◎ میلاد شریف کے جشن اور جلوس

◎ بعض آثار و مقامات اور مردوں سے تبرک

◎ عبادات و تقرب کے میدان کی بدعتیں

چند وجوہات کی بنا پر عصر حاضر میں بدعتیں بہت ہی زیادہ فروغ پا گئی ہیں۔ ان وجوہات میں سب سے بڑی وجہ جہالت ہے، پھر قرن اول سے اس زمانہ کی دوری، پھر بدعت کی طرف بلا کر اور سنت کی مخالفت کر کے پیٹ پالنے والے مولویوں کی کثرت، پھر غیر مسلم اقوام و ملل کے عادات و اطوار اور شعائر و روایات کی تقلید بھی اس کی ایک بڑی وجہ ہے، سچ فرمایا تھا رسول اللہ ﷺ نے:

((لَتَتَّبِعَنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ))^①

”تم گزشتہ قوموں کے طریقوں کی اتباع ضرور کرو گے۔“

ربیع الاول میں میلاد کے جشن اور جلوس:

میلاد منانا سراسر عیسائیوں کی تقلید ہے۔ اس لیے کہ عیسائی مسیح علیہ السلام کی ولادت کا دن مناتے ہیں، اسلام میں یہ چیز نہیں ہے، لیکن اکثر جاہل مسلمان اور گمراہ علماء ہر سال ماہ ربیع

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل: ۳۴۵۶۔

الاول کو میلاد شریف کے نام سے جشن اور جلوس نکالنے لگے ہیں۔ بعض تو اس طرح کے جلے مسجد ہی میں منعقد کرتے ہیں اور بعض اپنے گھروں، میدانوں یا بازاروں میں بڑے اہتمام سے منعقد کرتے ہیں، جس میں بڑی تعداد میں گنوار لوگ حاضر ہوتے ہیں اور وہ یہ سب کچھ نصاریٰ کی تقلید اور نقل میں کرتے ہیں۔ نصاریٰ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد مناتے ہیں ٹھیک اسی طرح مسلمان بھی رسول اللہ ﷺ کا میلاد مناتے ہیں اور میلاد کی ہر چیز میں ان کی تقلید کرتے ہیں، جب کہ اس طرح کے جشن اور جلوس، بدعت و خرافات اور نصاریٰ کی تقلید کے علاوہ اس میں ہزاروں طرح کے شرکیہ اعمال کیے جاتے ہیں اور منکرات کا ارتکاب کیا جاتا ہے، ایسے نعتیہ کلام پیش کیے جاتے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کے حق میں غلو ہوتا ہے پھر آپ ﷺ کو حاضر ناظر سمجھ کر آپ ﷺ ہی سے دعائیں مانگی جاتی ہیں، غوث اعظم کے دامن کو نہ چھوڑنے کی صدا لگائی جاتی ہے، جب کہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنِ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُولُوا :
عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ))^①

”دیکھو! میری تعریف میں غلو نہ کرنا جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم کی تعریف میں غلو کیا ہے، بے شک میں بندہ ہوں، لہذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔“

اہل میلاد کا اعتقاد:

لفظ ”اطراء“ کا معنی ہے مدح و تعریف میں غلو کرنا، میلاد النبی کے جشن و جلوس میں عموماً لوگ یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ بذات خود اس محفل میں تشریف لاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی دوسری برائیاں یہ ہیں کہ ان میں لوگ اجتماعی طور پر نعت خوانی و

① بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: واذکر فی الکتاب مریم: ۳۴۴۵۔

نظم خوانی کرتے ہیں، گانے بجانے کا پورا اہتمام ہوتا ہے، صوفیوں کے اذکار اور اورد پڑھے جاتے ہیں۔ مختلف بدعتوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اس میں مردوزن کا اختلاط بھی ہوتا ہے، جس سے فتنہ و فساد پیدا ہوتا ہے۔ لوگوں کے فواحش میں پڑنے کا پورا خطرہ رہتا ہے، اگر یہ محفلیں تمام برائیوں سے پاک بھی ہوں تو بھی لوگوں کا اس بات کے لیے جمع ہونا، اجتماعی طور پر کھانا پینا، خوشی و مسرت کا اظہار کرنا بذات خود ایک بدعت ہے اور دین میں ایک نئی چیز کی ایجاد ہے، جبکہ حدیث شریف کے الفاظ ہیں:

”ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اور آہستہ آہستہ اس طرح کے جلسوں میں منکرات و برائیوں کا درآنا یقینی بات ہے جیسا کہ عموماً ہوتا ہے۔

ابو حفص تاج الدین کا دو ٹوک جواب:

میلاد النبی منانا میرے نزدیک ایک بدعت ہے، اس لیے کہ کتاب و سنت، سلف صالحین اور خیر القرون میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہ چوتھی صدی ہجری کی پیداوار ہے، شیعہ فاطمیوں نے اسے ایجاد کیا ہے۔ امام ابو حفص تاج الدین الفاکہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے:

”مبارکیوں کی ایک جماعت مجھ سے بار بار پوچھ رہی ہے کہ ماہ ربیع الاول میں جو میلاد النبی مناتے ہیں کیا دین میں اس کی اصل ہے؟ چونکہ صاف طور پر مجھ سے یہ سوال کیا گیا ہے اس لیے صفائی کے ساتھ میرا جواب ہے کہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ان علمائے کرام ہی سے یہ منقول ہے جو ہمارے لیے اسوہ ہیں، جو متقدمین کے آثار مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں، بلکہ میرے نزدیک یہ ایک بدعت ہے جسے کچھ بے کار اور کابل قسم کے لوگوں نے ایجاد کر رکھا ہے اور کچھ کھانے پینے والے نفس پرستوں نے کھانے پینے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔“

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا موقف:

اس سلسلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”آج کل جس طرح لوگ میلاد شریف مناتے ہیں یا تو نصاریٰ کی تقلید میں مناتے ہیں، اس لیے کہ یہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم ولادت مناتے ہیں یا پھر رسول اللہ ﷺ کی محبت و تعظیم میں مناتے ہیں، جب کہ نبی کریم ﷺ کی تاریخ پیدائش میں مورخوں اور سیرت نگاروں کے مابین اختلاف ہے، اس طرح کا میلاد ہمارے سلف صالحین نے کبھی نہیں منایا اگر یہ خیر و بھلائی کی چیز ہوتی تو ہمارے اسلاف کرام ضرور ایسا کرتے، اس لیے کہ وہ ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرنے والے اور آپ ﷺ سے محبت کرنے والے تھے۔ وہ تو آپ ﷺ کے احکام کی پیروی اور ایک ایک سنت کو زندہ کرنے کے لیے مرثیے تھے۔ وہ ہم سے زیادہ نیکی کے حریص تھے، یہ اس لیے کہ آپ ﷺ سے محبت و تعظیم کا ذریعہ وہ آپ ﷺ کی پیروی و اتباع، آپ کی سنتوں کے احیا، دین اسلام کے فروغ و لا باعث اور دل و زبان اور ہاتھ سے جہاد ہی کو سمجھتے تھے، یہی طریقہ سابقین اولین، مہاجرین و انصار اور ان کے سچے تابعین کا تھا۔“

اس بدعت کے رد میں متعدد کتب و رسائل لکھے گئے ہیں۔ پہلے بھی اور موجودہ دور میں بھی، اصل میں میلاد شریف ایک بدعت ہونے کے علاوہ دوسرے اولیا و صالحین کی یوم ولادت (برتھ ڈے) منانے کا راستہ کھول دیتی ہے، جس سے شر و فساد کے مختلف دروازے کھل جاتے ہیں۔

بعض مقامات، آثار اور زندہ و مردہ اشخاص سے برکت حاصل کرنا:

مخلوق سے برکت حاصل کرنا بھی ایک سنگین بدعت ہے، جو آج کل بہت زوروں پر ہے، دراصل یہ بت پرستی کی ایک قسم ہے، ایک ایسا جال ہے جس سے بہت سے مفاد پرست حضرات سیدھے سادے لوگوں کو پھانس کر اپنا پیٹ پالتے ہیں۔

لفظ ”تبرک“ کے معنی ہیں برکت کا طلبگار ہونا اور برکت کے معنی ہیں کسی چیز میں خیر و بھلائی کا ثبوت یا خیر و بھلائی میں اضافہ کی صلاحیت، خیر و بھلائی کی طلب، یا اس میں اضافہ کی خواہش اسی ذات سے درست ہے جو اس کا مالک اور اس پر قادر ہو اور وہ سوائے اللہ سبحانہ کے اور کون ہو سکتا ہے؟ وہی ذات بابرکت ہے جو برکت کو نازل فرماتی ہے اور اس کو ثابت کرتی ہے جہاں تک مخلوق کی بات ہے، وہ برکت عطا کرنے یا اس کو پیدا کرنے اور اس کو باقی اور ثابت رکھنے پر قادر نہیں، لہذا مقامات، آثار اور زندہ و مردہ اشخاص سے برکت حاصل کرنا کسی حال میں جائز نہیں، اگر کسی کا اعتقاد ہو کہ ان میں سے کوئی چیز برکت عطا کرتی ہے تو یہ شرک کی طرف لے جانے والا راستہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کے موئے مبارک آپ ﷺ کے لعاب مبارک اور جسم اطہر سے الگ ہونے والی دیگر چیزوں سے جو برکت حاصل کرتے تھے تو یہ آپ ﷺ کی ذات مبارک کے ساتھ ہی خاص ہے آپ ﷺ کی حیات طیبہ اور ان کے درمیان موجودگی تک ہی خاص ہے آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حجرہ مبارکہ، روضہ اطہر وغیرہ چیزوں سے کبھی بھی برکت حاصل نہیں کی اور کبھی بھی کسی نے برکت و خیر کی نیت سے ان جگہوں کا قصد نہیں کیا جہاں آپ ﷺ نے نماز ادا کی تھی یا آپ ﷺ تشریف رکھتے تھے، تو اولیا اور بزرگوں کی جگہوں سے برکت حاصل کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ جب کہ خود رسول اللہ ﷺ کے نشانات سے برکت حاصل کرنا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے انتقال کے بعد کسی صحابی نے اس طرح برکت حاصل نہیں کی، کسی صحابی کے بارے میں یہ ثابت نہیں کہ اس نے غار حرا جا کر نماز پڑھی ہو یا دعا مانگی ہو یا وہ کوہ طور پر گئے ہوں۔ جہاں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بات کی تھی تاکہ وہاں نماز ادا کریں اور نہ ان کے علاوہ دیگر مقامات اور پہاڑوں پر وہ گئے جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ انبیاء کے نشانات ہیں اور نہ وہ کسی نبی کی تعمیر کردہ عمارت اور نشانی پر گئے۔ اسی طرح مسجد نبوی کی وہ جگہ جہاں آپ ﷺ ہمیشہ

نماز ادا فرماتے تھے اس کے متعلق ہمارے اسلاف میں سے کسی کے بارے میں یہ ثابت نہیں کہ انھوں نے اسے چھوا ہو، اس کو بوسہ دیا ہو اور مکہ مکرمہ میں جہاں آپ ﷺ نماز ادا فرماتے تھے وہاں کے بارے میں بھی ایسا کچھ نہیں ملتا، اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ جب اس جگہ کو جہاں آپ ﷺ کے مبارک قدم پڑے ہوں، جہاں آپ نے نماز ادا کی ہو، شریعت نے اپنی اسے کے لیے بابرکت نہیں قرار دیا کہ اسے چھوا جائے، اس سے برکت حاصل کی جائے، اس کا بوسہ دیا جائے، تو پھر کسی غیر کے سلسلہ میں کیسے کہا جاسکتا ہے کہ فلاں نے یہاں نماز پڑھی تھی، حضرت نے یہاں قیلولہ فرمایا تھا، حضرت نے یہاں بیٹھ کر دعا فرمائی تھی، حضرت یہاں وضو فرماتے تھے، لہذا ان جگہوں کو بوسہ دینا باعث برکت ہے، تمام علمائے دین اور امت کے صالح افراد کو معلوم ہے کہ اس طرح کا کوئی عمل آپ ﷺ کی شریعت میں سے نہیں ہے۔

عبادات اور تقرب الی اللہ کے متعلق بدعات:

عصر حاضر میں عبادات سے متعلق لوگوں نے جو بدعتیں ایجاد کی ہیں وہ بھی کچھ کم نہیں ہیں، جب کہ عبادات تمام کی تمام تو قیفی ہیں، اس میں حذف و اضافہ اور رد و بدل کے بارے میں غور و فکر کی کوئی گنجائش نہیں۔ کسی قوی دلیل کے ذریعہ ہی اس سلسلہ میں کچھ کہا جاسکتا ہے، بلا دلیل کچھ کرنا ہی بدعت ہے، ارشاد نبوی ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))^①

”جو شخص کوئی ایسا عمل کرے، جس پر ہماری شریعت کی دلیل نہ ہوگی تو وہ ناقابل قبول ہے۔“



① مسلم، کتاب الاقضية، باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور: بعد ۱۷۱۸۔

موجودہ غیر شرعی عبادتوں کی چند جھلکیاں

نیتِ نماز کو با آواز بلند ادا کرنا:

اس طرح کی نیت بدعت ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت نہیں ہے، نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ أُنْعَلِمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي

الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ (الحجرات: ۱۶)

”ان سے کہو! کیا تم اللہ کو اپنی دین داری جتلاتے ہو؟ اور اللہ تو آسمانوں اور زمین

کی سب چیزوں سے واقف ہے اور اللہ ہر شے کو جانتا ہے۔“

نیت کی جگہ دل ہے اور نیت کرنا سراسر قلبی عمل ہے، زبان سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

ایک بدعت نماز کے بعد اجتماعی ذکر و اذکار کی ہے، جب کہ سنت یہ ہے کہ ہر شخص سنت سے ثابت شدہ ذکر انفرادی طور پر کرے، ایک بدعت مختلف موقعوں پر فاتحہ پڑھنے کی دعوت ہے خاص طور پر مردوں کے لیے اور دعا کے بعد، اسی طرح محفل ماتم کا اہتمام، حلوہ، کھجڑی، قاری لوگوں کو اجرت پر بلانا وغیرہ اور یہ سب کچھ یہ سمجھ کر کرنا کہ اس سے مردہ کی تعزیت ہوتی ہے یا اس سے مردہ کو فائدہ پہنچتا ہے، یہ سب وہ بدعتیں ہیں جن کی کوئی بنیاد شریعت و سنت میں نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی دلیل نہیں بھیجی۔

تاریخی ایام میں جشن اور جلوس کا اہتمام

شب معراج، ہجرت نبوی یا دوسرے تاریخی ایام میں کسی طرح کے بھی جشن اور جلوس کا اہتمام کرنا بدعت ہے، شریعت میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے، اس میں وہ عمل بھی داخل ہے جو ماہ رجب میں کیا جاتا ہے مثلاً رجب کا عمرہ، اس میں نفل نماز اور نفل روزہ کا خاص اہتمام کرنا وغیرہ بھی شامل ہیں۔ ماہ رجب کی کوئی فضیلت نہیں ہے، نہ عمرہ کے اعتبار سے اور نہ نماز، روزہ اور نذر و قربانی کے اعتبار سے ہی اور نہ رجب کے علاوہ دیگر مہینوں میں ان چیزوں کا اہتمام صحیح ہے۔

صوفیا کے ذکر و اذکار

ان کی تمام قسمیں، سب کی سب خود ساختہ چیزیں ہیں، اس لیے کہ اس سے شریعت کے ذکر و اذکار اس کے طریقہ و ہیئت اور اوقات کی مخالفت ہوتی ہے۔

نصف شعبان کی شب کو نماز اور دن کی روزہ کے لیے تخصیص

اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے اسی طرح قبروں کو پختہ کرنا، ان پر تعمیر کرنا، انہیں مسجد بنا لینا، برکت کے لیے ان کی زیارت کرنا، مردوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنا، ان کے علاوہ دیگر شرکیہ اعمال، عورتوں کا قبرستان جانا وغیرہ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے اور قبروں کو مسجد بنانے اور ان پر چراغاں کرنے والوں کو برا بھلا کہا ہے۔



www.KitaboSunnat.com

خاتمہ

آخر میں ہم یہی کہیں گے کہ بدعت فکر جدید کی پیداوار ہے، یہ دین میں اضافہ ہے جسے نہ اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمایا ہے اور نہ اس کے رسول ﷺ ہی نے۔ بدعت گناہ کبیرہ سے بدتر ہے اور بدعت سے شیطان اتنا خوش ہوتا ہے جتنا وہ گناہ کبیرہ سے بھی خوش نہیں ہوتا، اس لیے کہ گناہ کے ارتکاب کے بعد تو بندہ توبہ کر لیتا ہے جب کہ ایک بدعتی بدعت کا مرتکب ہوتے وقت سمجھتا ہے کہ یہ دین میں سے ہے، پھر اس سے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہذا اسے توبہ کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، بدعت کے احیا سے سنت مٹتی ہے اور بدعتی کے نزدیک سنت ناپسندیدہ چیز بن جاتی ہے، یہیں سے وہ اہل سنت سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

بدعت بندہ کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے اس کے غضب کو دعوت دیتی ہے، دل میں فساد و زلیخ اور ضلال کا باعث بنتی ہے۔

بدعتیوں سے ہمارا کیا سلوک ہو؟

بدعتی سے راہ و رسم پیدا کرنا، اس سے گھل مل کر رہنا حرام ہے۔ صرف انھیں راہ راست پر لانے، سمجھانے اور بدعت سے انکار پر آمادہ کرنے کے لیے ایسا کیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ ان سے گھل مل کر رہنے سے برا اثر پڑتا ہے، بدعت کی متعدد بیماری دوسروں تک پہنچ جاتی ہے، ان سے جہاں تک ہو سکے بچنا چاہیے، ان کی برائیوں سے دور رہنا چاہیے اور ایسا

اس وقت کیا جائے گا جب ان پر گرفت اور پکڑ کی طاقت نہ ہو، ورنہ ان کی گرفت پر قدرت اور طاقت کی شکل میں علمائے اسلام و ائمہ اہل سنت پر واجباً ہے کہ بدعت کو پھلنے پھولنے سے سختی کے ساتھ روکیں، بدعتیوں پر پابندی لگائیں، ان کو برائی سے باز رکھیں، اس لیے کہ اسلام کے لیے وہ زبردست خطرہ ہیں، اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ کافر حکومتیں اپنے یہاں بدعتیوں کی بڑی ہمت افزائی کرتی ہیں، بدعت کو پھلنے پھولنے کا پورا موقع دیتی ہیں، مختلف طریقوں سے ان کی مدد کرتی ہیں، اس لیے کہ اس سے اسلام کا خاتمہ ہوتا ہے اور اس کی صورت بگڑتی ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دست بہ دعا ہیں کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے، اپنے کلمہ کو بلند فرمائے، اپنے دشمنوں کو ذلیل فرمائے۔ درود و سلام ہونبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل و اولاد اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر۔



کرے غیر گربت کی پوجا تو کافر
 جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
 جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
 کو اکب میں مانے کرشمہ تو کافر
 مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
 پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

نبی کو چاہیں خدا کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
 مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
 نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے

نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
 رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں وہ بدلہ گیا آ کے ہندوستان میں

ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
 وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلمان

(مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ)

دارالاندلس® اسلام کی نشرو اشاعت کا عالمی مرکز
 ۴۔ لیاک روڈ، چوہدری چٹ لاهور پاکستان

Ph: 92-42-7230549 Fax: 92-42-7242639 www.dar-ul-andlus.com